

www.ircpk.com

آئین بابا بھر کے دلائل و ثبوتیں کے شہادت کا ازالہ

الْقَوْلُ الْمُبِينُ

فی

الْجَهَنَّمِ الْنَامِيَّةِ

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز

آئین باہم کے دلائل و حقائق کے شرکاء

الفتح والمبین

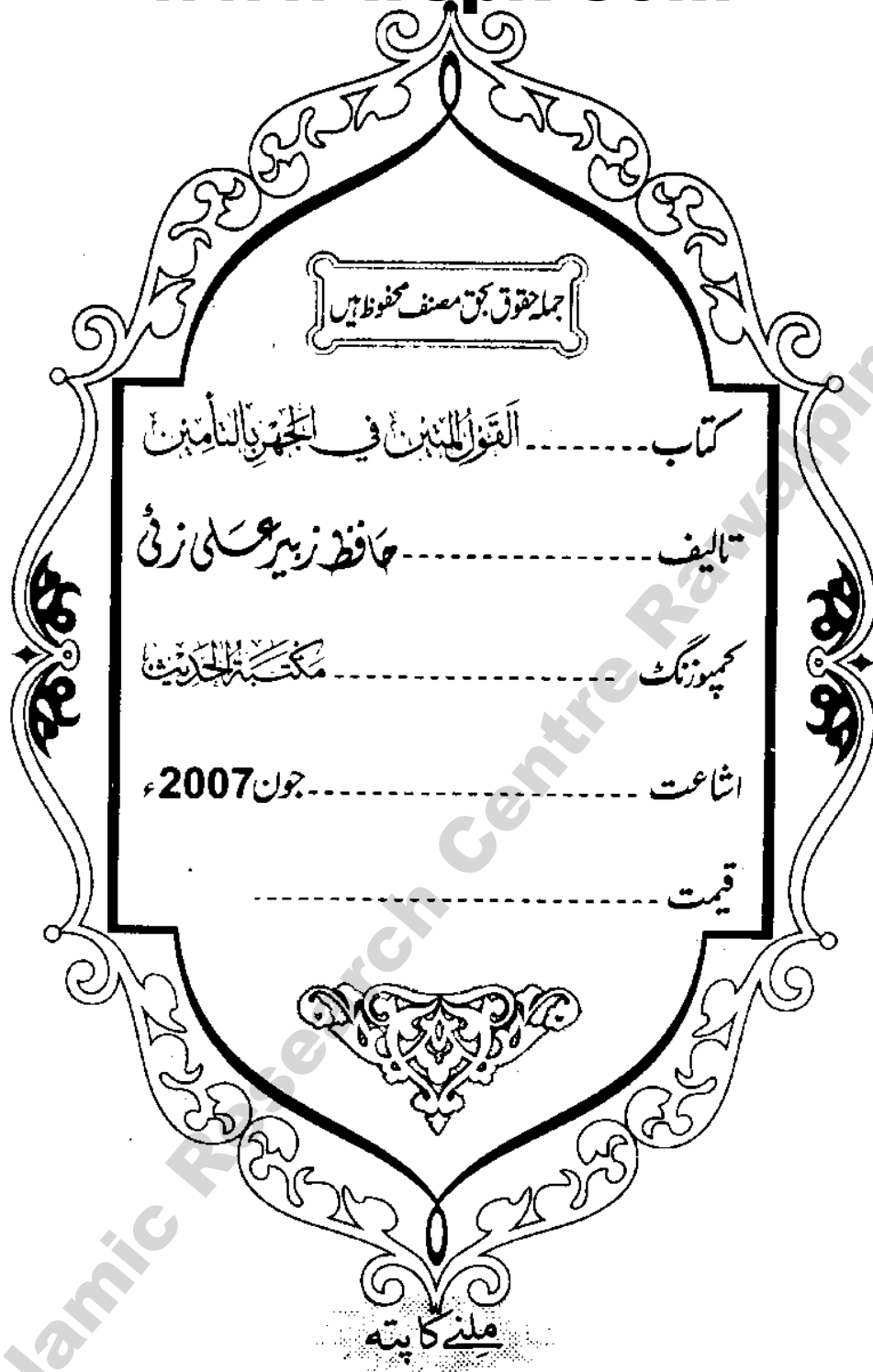
فی

الحج والعمرة

تالیف
چانقہ زیری

نہمان پبلیکیشنز

چوک اردو بازار نزد جامعہ اسلامیہ کراچی ۱۴-۱۳۱۶۱۴۴



مکتبہ اسلامیہ

لاہور [بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973]

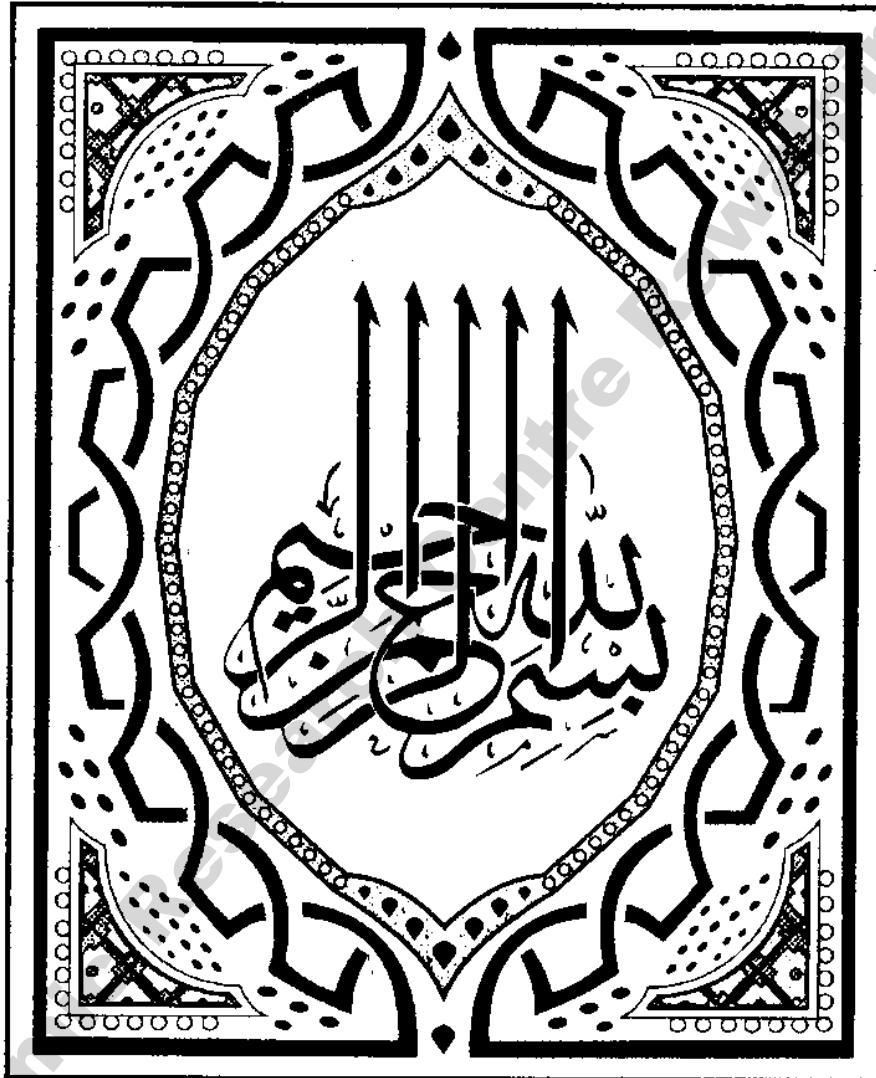
فیصل آباد [بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204]

اٹک [مکتبہ اسلامیہ حضور فون: 057-2310571]

فہرست ابواب ومضامین

| | | | |
|----|----|---------------------------------------|--------------------------------------|
| 22 | 7 | پہلی حدیث | مقدمۃ القول المتین فی الجہر بالتائین |
| 24 | 8 | دوسری حدیث | اختلاف کے بنیادی اسباب |
| 25 | 8 | تیسری حدیث | اتباع رسول ﷺ |
| 26 | 9 | سند کی تحقیق | تقلید |
| 27 | 11 | راویوں کی تحقیق | عقائد |
| 31 | 11 | چوتھی حدیث | رسول: مشکل کشا؟ |
| 31 | 12 | سند کی تحقیق | علی: مشکل کشا |
| 32 | 12 | راویوں کی تحقیق | قبر سے دستگیری |
| | 12 | سفیان ثوری کی حدیث کے متن کی تحقیق | ذہبی کشتی اور بیڑا پار |
| 33 | 14 | تحقیق | اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا |
| 35 | 14 | شعبہ کی روایت | ذاکراور مذکور دونوں ایک |
| 37 | 14 | شاہد نمبر ۱ | خواجہ محمد عثمان: مشکل کشا |
| 38 | 15 | شاہد نمبر ۲ | عاجزوں کی دستگیری بیکسوں کی مدد |
| 39 | 15 | علی رضی اللہ عنہ کی روایت | وحدت الوجود |
| 40 | 16 | سند کی تحقیق | گواہ اول |
| 41 | 17 | پانچویں حدیث | گواہ دوم |
| 43 | 18 | آثار صحابہ | گواہ اول تا سوم |
| 43 | 19 | عبداللہ بن عمر کا اثر | اعلان |
| 43 | 20 | سند کی تحقیق | القول المتین فی الجہر بالتائین |
| 46 | 20 | عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا اثر | اہل الحدیث کا تعارف |

| | | | |
|-----|----|------------------------------|-------------------------|
| 65 | 50 | نقاب کشائی | چند غلط فہمیوں کا ازالہ |
| 71 | 52 | دیوبندی بنام دیوبندی | عکرمہ کی روایت |
| 69 | 54 | حدیث اور الہدایت کے باب | چھٹی حدیث |
| | 56 | ”اخفاء التائین“ کا جواب | شاہد نمبر 1 |
| 94 | 58 | آمین بالجہر اور امین اوکاڑوی | شاہد نمبر 2 |
| 97 | 59 | اطراف الحدیث والآثار | شاہد نمبر 3 |
| 100 | 59 | اسماء الرجال | چند غلط فہمیوں کا ازالہ |
| | 59 | | ڈیروی کے اعتراضات |



www.ircpk.com

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ahlulhadeeth.net

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمة: القول المتين في الجهر بالتأمين

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله ، أما بعد :

فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة.

نماز دین اسلام کا دوسرا اہم رکن اور قرب الہی کا بہترین ذریعہ ہے، جہاں اللہ رب العزت نے مواظبت نماز کو فرض قرار دیا، وہاں رسول اللہ ﷺ نے ((صلوا کما رأیتمونی (أصلي)) کی شرط عائد فرمائی یعنی تکبیر تحریر سے تسلیم تک تمام امور کا طریقہ نبوی ﷺ کے مطابق ہونا ضروری ہے ، انہی امور میں سے (نماز کے) بعض مسائل ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے اعتراضات کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) آمین بالجہر

(۲) رفع الیدین قبل الركوع وبعده

(۳) فاتحہ خلف الامام

(۴) ایک وتر.....

حالانکہ یہ سارے مسئلے شافعیہ یا حنابلہ سے بھی ثابت ہیں، اور ان کے علاقوں میں ان مسائل پر بالتواتر عمل بھی ہو رہا ہے، لہذا ان مسائل پر غیر اہل حدیث کے اعتراضات و

مخالفت اصولاً باطل ہیں۔

اختلاف کے بنیادی اسباب

اہل حدیث (اہل سنت) اور غیر اہل حدیث کے درمیان اصل اختلاف ایمان، عقائد اور اصول میں ہے اس اختلاف کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اتباع رسول ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾

(اے نبی!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے۔ (ان سے) کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں (انکار کریں) تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (ال عمران: ۳۱، ۳۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کرو تا کہ تمہیں ہدایت نصیب ہو۔ (الاعراف: ۱۵۸)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّبِعُونِ ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾

(کہہ دو) اور میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ (الزخرف: ۶۱)

سورۃ النساء (۵۹) میں فیصلہ کن انداز میں ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تنازعہ (اختلاف) کی صورت میں اللہ اور رسول کی طرف (ہی) رجوع کرو۔

اس کے برعکس غیر اہل حدیث اتباع رسول ﷺ کے بجائے تقلید شخصی کو واجب گردانتے ہیں جیسا کہ محمود حسن دیوبندی کہتے ہیں:

”آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ کو وجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں“ (اولہ کاملہ مع تسہیل ص ۷۸)

مزید کہتے ہیں: ”ہم نے آپ سے وجوب اتباع نبوی کے ثبوت کے لئے نص صریح طلب کی تھی سو اس کا جواب معقول تو ندارد“ (ایضاح الاولہ طبع قدیم ص ۹۹)

آ نکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

تقلید؟

لغت کی کتاب ”القاموس الوحید“ میں تقلید کا درج ذیل مفہوم لکھا ہوا ہے:

”بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی“

”بلا دلیل پیروی، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اتارنا جیسے ”قلد الفرد الإنسان“

(ص ۱۳۴۶) نیز دیکھئے المعجم الوسیط (ص ۷۵۴)

مفتی احمد یار نعیمی بدایونی بریلوی نے غزالی سے نقل کیا ہے:

”التقلید هو قبول قول بلا حجة“ (جاء الحق ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم)

یعنی بغیر حجت (دلیل) کے کسی قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی سے پوچھا گیا:

”تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں؟“ تو انھوں نے فرمایا: ”تقلید کہتے ہیں امتی

کا قول ماننا بلا دلیل“ عرض کیا گیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے

گا؟ فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلاتا ہے“

(۱۱۱) فاضات الیومیہ ملفوظات حکیم الامت ۱۵۹۳ھ ملفوظ ۲۲۸

یاد رہے کہ اصول فقہ میں لکھا ہوا ہے: قرآن ماننا، رسول ﷺ کی حدیث ماننا، اجماع ماننا، گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا، عوام کا علماء کی طرف رجوع کرنا (اور مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا) تقلید نہیں ہے۔ (دیکھئے مسلم الثبوت ص ۲۸۹، التقریر و التخییر ج ۳ ص ۴۵۳)

محمد عبید اللہ الاسعدی دیوبندی تقلید کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں: ”کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا تقلید کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن...“ (اصول الفقہ ص ۲۶۷) اصل حقیقت کو چھوڑ کر نام نہاد دیوبندی فقہاء کی تحریفات کون سنتا ہے! احمد یار نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

”اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے، تقلید میں ہوتا ہے: دلیل شرعی کو نہ دیکھنا، لہذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد اسی طرح صحابہ کرام و آئمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہے کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے۔“ (جاء الحق ج ۱ ص ۱۶)

معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والا قرآن و حدیث و اجماع کو نہیں دیکھتا بلکہ آنکھیں بند کر کے اپنے مقرر کردہ امام و پیشوا کی بلا دلیل اندھا دھند پیروی کرتا ہے۔ یہ تقلیدی شاعت ایسی تھی کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم“ اور ربی عالم کی غلطی، پس اگر وہ ہدایت پر (بھی) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ (کتاب الزہد لا مام و کیج ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۱۷ و سند حسن، کتاب الزہد لابن داود ص ۷۷ ح ۱۹۳ و حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۹۷ و جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر ج ۲ ص ۱۳۶ و الاطعمہ لابن حزم ج ۶ ص ۲۳۶ و صحیح ابن القیم فی اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۳۹)

اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا:

”والموقوف هو الصحيح“ اور (یہ) موقوف (روایت) ہی صحیح ہے۔

(العلل الواردة ج ۶ ص ۸۱ سوال ۹۹۲)

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان فتوے کے مقابلے میں غیر اہل حدیث تقلید

کے ”گن گاتے رہتے ہیں“ جیسا کہ مفتی احمد یار بریلوی اعلان کرتے ہیں:

”اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں ہماری

اصل دلیل تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی

تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں...“

(جاء الحق ج ۲ ص ۹۱ قنوت نازلہ)

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تھنہ تحقیق ہے معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل، قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے

مطابق ہی رہے گا، اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام

حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔“ (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

مزید کہتے ہیں کہ ”رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں“ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰)

مفتی صاحبان کے بیانات سے معلوم ہوا کہ غیر اہل حدیث مقلدین کے نزدیک

قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد سے استدلال و حجت جائز نہیں ہے۔ یہ لوگ ادلہ اربعہ

کے بجائے صرف اپنے مزعوم امام کے اقوال و افعال کو فروعی مسائل میں اپنے مولویوں کے

مفتی بہا اقوال کی روشنی میں ہی حجت مانتے ہیں۔

اسی طرح مفتی محمد دیوبندی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ”عوام

کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں۔“ (ضرب مؤمن ہفت روزہ اخبار ج ۳ شمارہ ۱۵، ۱۵۳۹ اپریل

۱۹۹۹ء ص ۶ آپ کے مسائل کا حل، مسبق سجدہ سہو میں سلام نہ پھیرے)

عقائد

(۱) رسول: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ کا دیوبندیوں میں بڑا مقام ہے، انھیں سید الطائفة الدیوبندیہ سمجھا جاتا ہے، دیکھئے عبدالرشید ارشد دیوبندی کی کتاب ”بیس بڑے مسلمان“ (ص ۸۴-۱۱۰) رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ صاحب ”مناجات“ لکھتے ہیں:

”یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہو فریاد ہے سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے“

(کلیات امدادی ص ۹۰، ۹۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔!

(۲) علی: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ صاحب نے مزید کہا:

”دور کردل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے“ (ایضاً ص ۱۰۳)

(۳) قبر سے دستگیری؟

اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں: ”جب اثر مزار شریف کا بیان آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولا ہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا

ہے (حاشیہ) قولہ وظیفہ مقررہ اقوال یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲“

(امداد المشاہد ص ۱۷ فقرہ نمبر ۲۹۰)

۔ یہ رہزن ہیں جنہیں تم رہبر سمجھتے ہو۔

(۴) ڈوبتی کشتی اور بیڑا پار؟

کرامات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے: ”ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوة السالکین زبدۃ العارفین شیخ الكل فی الكل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے، بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے: ذرا میری کردباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا: حضرت یہ کیا بات ہے؟ کمر کیوں کر چھلی؟ فرمایا: کچھ نہیں، پھر پوچھا، آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے۔ فرمایا: ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کواٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔“ (کرامات امدادیہ ص ۱۷، ۱۸ و نسخہ آخری ص ۳۵، ۳۶)

اس طویل عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① مصیبت کے وقت جب آگہوٹ (کشتی) کے ڈوبنے کا ڈر تھا تو دیوبندی مرید نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پیر ”روشن ضمیر“ کی طرف مافوق الاسباب رجوع کیا۔

② پیر نے اپنے مرید کی آہ وزاری دور سے سن لی۔

③ پیر نے ڈوبتی کشتی کو بچا لیا۔

④ اس کارروائی میں پیر کی کمرچھل کر زخمی ہو گئی۔

⑤ بریلوی حضرات مصیبتوں وغیرہ میں جو اپنے پیروں اور ”اولیاء“ کو وسیلہ سمجھ کر مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کا یہ عمل دیوبندی ”کرامت“ کے مطابق ”بالکل صحیح“ ہے۔

⑥ بریلوی حضرات یہ کہتے رہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ڈوبا ہوا بیڑا پانی سے نکال باہر کیا تھا اور دیوبندی اس کے بارے میں ان کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی حضرات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ”ڈوبنے والا بیڑا“ وہ بھی پانی سے باہر نکال سکتے ہیں! اور ”ڈوبے ہوئے بچے کو دوبارہ زندہ کر کے پانی سے باہر نکال سکتے ہیں“ دیکھئے بہشتی زیور حصہ ہشتم (ص ۵۱/۶۸۹ سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر)

(۵) اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا!

اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

”آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے کچھ التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا“

(شہادۂ امدادیہ ص ۸۴ و امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ ۲۸۸)

(۶) ذا کر اور مذکور دونوں ایک!

حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے: ”اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر

منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے۔“ (کلیات امدادیہ ص ۱۸)
بریکٹ میں اللہ کا لفظ اصل کتاب کلیات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ دیوبندیوں
کے نزدیک ذکر کرنے والا کثرت ذکر کی وجہ سے خود اللہ بن جاتا ہے۔ !

(۷) خواجہ محمد عثمان، مشکل کشا!

صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی نے بغیر انکار کے لکھا:

”الہی بحرمت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء راس العلماء ورکس الفضلاء،
شیخ الحدیث قبلہ السالکین امام العارفین برہان المعرفة شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان
حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمان پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ عنہ
(نوائے عثمانی ص ۱۷)“ انتہی (فیوض حسنی/ تحفہ ابراہیمیہ ص ۶۸، مترجم: صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی)

(۸) عاجزوں کی دستگیری، بیکسوں کی مدد؟!؟

زکریا صاحب تبلیغی فرماتے ہیں: ”رسول خدا نگاہ کرم فرمائیے اے ختم المرسلین رحم فرمائیے
(۲) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں ہم حراما نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل
فرما سکتے ہیں.... (۱۱) عاجزوں کی دستگیری بے کسوں کی مدد فرمائیے اور مخلص عشاق کی دلجوئی
اور دلداری کیجئے“ (فضائل درود ص ۲۸ و تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

(۹) مسئلہ وحدت الوجود:

حاجی امداد اللہ نے کہا: ”مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے“

(شائم امدادیہ ص ۳۲ نیز دیکھئے کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

وحدت الوجود کے بارے میں لغت میں لکھا ہوا ہے: ”(صوفیوں کی اصطلاح) تمام
موجودات کو صرف اعتباری اور فرضی ماننا۔ اصل میں تمام چیزیں وجود خدا ہی ہیں جیسے کہ
پانی کہ وہی بلبلہ ہے وہی لہر اور وہی سمندر، وحدہ لا شریک خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک
نہیں۔“ (جامع نسیم اللغات ص ۱۲۱۵)

معلوم ہوا کہ وحدت الوجود کے عقیدے میں خالق و مخلوق اور عابد و معبود کا فرق مٹ جاتا ہے۔ بندہ اور خدا دونوں ایک ہی وجود قرار پاتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی نے کہا: ”یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں، اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ...“ (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰ و فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا: ”بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

اس ضامن علی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

”ضامن علی جلال آبادی تو، توحید ہی میں غرق تھے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

۔ قبائلی کے پردے میں جو عیاشی کے رسیا ہوں

میں ایسوں کو راہبر و راہنما کہہ دوں یہ مشکل ہے

ایک شخص نے حاجی امداد اللہ کو کہا کہ آپ کے ”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے“ تو حاجی امداد اللہ صاحب نے جواب دیا: ”کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے...“ (شائم امدادیہ ص ۳۴)

اس باطل عقیدے کے ابطال کے لئے دیکھئے امام ابن تیمیہ کی کتاب ”ابطال وحدت الوجود والرد علی القائلین بہا“ (طبع لجنۃ البعث العلمی کویت)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث (اہل سنت) کا دیوبندیوں سے اختلاف ایمان، اصول اور عقائد میں ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی حضرات زہر کا پیالہ پی کر خود کشی کر سکتے ہیں مگر عقائد علمائے دیوبند پر کبھی بحث و مذاکرہ نہیں کرتے، یہ لوگ حنفی بھی نہیں ہیں۔ ان کے عقائد اور ہیں اور امام ابو حنیفہ کے عقائد اور... اپنے آپ کو یہ لوگ حنفی یا اہل سنت کہہ کر امام ابو حنیفہ، حنفیوں اور اہل سنت کو بہت بدنام کرتے ہیں۔ کیا کسی دیوبندی یا بریلوی میں یہ

جرات ہے کہ وہ اپنے عقائد مثلاً:
رسول مشکل کشا، علی مشکل کشا، وجوب تقلید شخصی، وحدت الوجود حق، وغیرہ اپنے مزعوم اور
مقرر کردہ امام ابو حنیفہ ہی سے باسند صحیح و حسن ثابت کر دے!
بعض چالاک قسم کے بریلوی اور دیوبندی حضرات، اہل حدیث: اہل سنت کے
خلاف: وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، محمد حسین بٹالوی اور نور الحسن
وغیرہم کے حوالے پیش کرتے ہیں جس کے رد کے لئے ہم دو گواہ پیش کرتے ہیں:
گواہ اول: حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) لکھتے ہیں: ”واضح رہے
کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب و سنت ہے۔“

(ابراہیم اہل الحدیث والقرآن ممانی جامع الشواہد من التہمة والبیہان ص ۳۲)

اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے محدث غازی پوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: ”اس سے کوئی یہ نہ سمجھے
کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے کیونکہ جب یہ دونوں کتاب و سنت
سے ثابت ہیں تو کتاب و سنت کے ماننے میں ان کا ماننا آگیا“ (ایضاً ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع امت حجت ہے اور
اجتہاد و قیاس شرعی صحیح بھی جائز ہے، وحید الزمان حیدر آبادی وغیرہ کے اقوال و افعال قرآن
ہیں نہ حدیث اور نہ ہی اجماع، لہذا اہل حدیث کے خلاف انھیں پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

گواہ دوم: مولانا علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے اہل حدیث کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ ”یہ
ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہل حدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ
کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے
ماتحت ہیں۔ اصول کی بناء پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ
وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں
سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات

بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں“ (ج ۱ ص ۶)
ہم اگر دیوبندیوں اور بریلویوں کے خلاف فقہ حنفی کے حوالے پیش کریں تو وہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ صرف مفتی بہ قول ہی پیش کیا جائے۔

اسی طرح اہل حدیث کی بھی دو شرطیں ہیں:
اول: حوالہ مذکورہ کے قول و فعل پر تمام اہل حدیث کا اجماع ہو لہذا غیر اجماعی حوالوں کو رد کر دیا جائے گا۔

دوم: جس قول و فعل کا رد کیا جا رہا ہے وہ صرف اہل حدیث کا خاصہ ہو، شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کا یہ قول و فعل نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک شوافع، حنابلہ اور مالکیہ سب برحق اور اہل سنت ہیں۔ ظاہر ہے کہ تسلیم شدہ حق پر اعتراض باطل ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم: دیوبندی و بریلوی اکابر کے جو حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں۔

گواہ اول: زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب ایک شخص کو خط لکھتے ہیں: ”آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہو سکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے، میں علماء کے قول کو نہ مان کر کیسے زندگی گزار سکتا ہوں، مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کر کے عمل کروں۔“ (کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۴)

گواہ دوم: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ”شمس الائمہ حلوائی حسب تصریح شامی فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں کہ ہمارے لئے ان کا بلکہ ان کے بعد والوں کا قول بھی حجت ہے۔“
(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۷ جواب، سوال نمبر ۱۹۷)

گواہ سوم: غلام اللہ خان دیوبندی مماتی نے کہا: ”اور میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں... کہ افس برصغیر پاک و ہند میں.... اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی جماعت

ہے... تو وہ اکابرین علمائے دیوبند ہیں....“ (خطبات شیخ القرآن ج ۱ ص ۴۴۶)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ راقم الحروف نے آمین بالجبر کے بارے میں بہت عرصہ پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جو آثارِ راولپنڈی میں شائع ہوا تھا۔ اب یہی رسالہ اپنی اصل کاپی سے اضافہ اور اصلاح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

عامۃ المسلمین کے فائدے کے لئے بعض الناس کی کتاب ”حدیث اور الہدایت“ اور ”تحقیق مسئلہ آمین“ کا جواب بھی پیش خدمت ہے۔

تنبیہ: ”حدیث اور اہل حدیث“ نامی کتاب کے باب ”اخفاء التّائین“ کی فوٹو سٹیٹ مُصغَر [Reduce] کر کے ”دیوبندی“ کا لفظ لکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

اعلان

آخر میں عرض ہے کہ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط مع تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۲۔ دسمبر ۲۰۰۳ء)

(بعد از مراجعتِ ثانیہ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۶ء)

القول المتين في الجهر بالتأمين

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين أما بعد :
 اهل الحديث اور اهل الرائے کے درمیان آمین کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اہل الحديث کی تحقیق ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں کو آمین بالجہر کہنی چاہئے۔ سری نمازوں میں آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے۔ اہل الرائے کا خیال ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کو آمین بالسر (خفیہ) کہنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں جانبین کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اہل الحديث کا تعارف

شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته
 أو روايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه و معرفته وفهمه
 ظاهراً و باطناً و اتباعه باطناً و ظاهراً“

(لفظ) اہل حدیث سے ہماری مراد (صرف) وہ لوگ نہیں جو حدیث کے سماع، کتابت اور روایت میں مشغول ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو حدیث کو یاد کرتے ہیں (حفاظت کرتے ہیں) معرفت اور فہم رکھتے ہیں، نیز ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۹۵)

حافظ ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

”وبهذا يتبين أن أحق الناس بأن تكون هي الفرقة الناجية أهل الحديث
 والسنة الذين ليس لهم متبوع يتعصبون له إلا رسول الله ﷺ“

اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں میں فرقہ ناجیہ کے سب سے زیادہ حق دار اہل الحدیث والسنہ ہیں جن کا متبوع (وامام) سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں ہے اور وہ آپ ہی کے فرائین کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔

(مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۷)

امام ”ثقفہ حافظ“ احمد بن سنان القطان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

”ليس في الدنيا مبتدع إلا هو يبغض أهل الحديث وإذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحديث من قلبه.“

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتا اور جب کوئی شخص بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۴۰، سندہ صحیح، شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۷۳، عقیدۃ السلف ص ۱۰۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ کیا بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد طیالسی، دارمی، بزار، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ اور ابو یعلیٰ الموصلی مقلد تھے یا مجتہد؟ تو انھوں نے جواب دیا:

”الحمد لله رب العالمين ، أما البخاري و أبو داود فإما مان في الفقه من أهل الاجتهاد و أما مسلم و الترمذي و النسائي و ابن ماجه و ابن خزيمة و أبو يعلى و البزار و نحوهم فهم على مذهب أهل الحديث، ليسوا مقلدين لو احد بعينه من العلماء“

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (امام) بخاری اور ابوداؤد تو فقہ میں مجتہد (مطلق) ہیں اور مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو یعلیٰ اور بزار وغیرہم اہل الحدیث کے مذہب (منہج) پر تھے کسی ایک عالم کی تقلید شخصی نہیں کرتے

تھے۔ (مجموع فتاویٰ ۲۰/۳۹، ۳۰)

اس تمہید کے بعد آمین کی روایات کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

پہلی حدیث

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا أمن الإمام فأمنوا فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما

تقدم من ذنبه))

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے

موافق ہو جائے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری باب جبر الامام باتا میں ج ۸۰ ص ۷۲/۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جبر سے آمین کہے۔

امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

”في قول النبي ﷺ: ((إذا أمن الإمام فأمنوا)) ما بان وثبت أن

الإمام يجهر بآمين ، إذ معلوم عند من يفهم العلم أن النبي ﷺ

لا يأمر المأموم أن يقول آمين عند تأمين الإمام إلا والمأموم يعلم أن

الإمام يقوله ، ولو كان الإمام يسر آمين لا يجهر به لم يعلم المأموم

أن إمامه قال آمين أولم يقله . ومحال أن يقال للرجل إذا قال فلان

كذا فقل مثل مقالته وأنت لا تسمع مقالته ، هذا عين المحال ، ومالا

يتوهمه عالم أن النبي ﷺ يأمر المأموم أن يقول آمين إذا قاله إمامه

وهو لا يسمع تأمين إمامه.“

نبی کریم ﷺ کے فرمان ”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو“ سے واضح طور پر

ثابت ہوا کہ امام کو جبر سے آمین کہنی چاہیے کیونکہ ہر صاحب علم سمجھ رکھتا ہے کہ نبی ﷺ

مقتدی کو امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم نہیں فرماتے مگر مقتدی امام کی آمین

کو جانتا ہے۔ اور اگر امام آمین بالسر کہے بالجہر نہ کہے تو مقتدی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ امام نے آمین کہی ہے یا نہیں کہی ہے اور یہ محال ہے کہ آدمی سے کہا جائے کہ جب فلاں یہ کہے تو تم بھی اسی طرح کہو حالانکہ تم اس کی بات نہیں سن رہے ہو یہ قطعی طور پر محال ہے اور کوئی عالم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ مقتدی کو آمین اس وقت کہنے کا حکم دیں جب امام آمین کہے اور مقتدی امام کی آمین نہ سن رہا ہو۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۶ ح ۵۷۰)

کئی قرائن امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر مراد ہے مثلاً حدیث نعیم الجمر رحمہ اللہ، حدیث اٹحق بن ابراہیم الزبیدی وغیرہ (تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے ان شاء اللہ)

۲: منصور بن میسرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ کہا تو آمین کہی، یہاں تک کہ ہمیں سنا دیا، آپ کے پیچھے جو (نماز پڑھ رہے) تھے انھوں نے بھی آمین کہی.....

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۵، ۹۶، حدیث ۲۶۳۳)

اس اثر کے سارے راوی ثقہ ہیں، سوائے منصور بن میسرہ (تابعی) کے۔ اگر یہ تصحیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

خالد بن ابی عزیہ کے بارے میں ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: ”فلم أقف علی ترجمته ولكنہ ثقة علی قاعدة ابن حبان“

مجھے اس کے حالات نہیں ملے لیکن وہ ابن حبان کے قاعدہ پر ثقہ ہیں۔

(إعلاء السنن ج ۱ ص ۲۷۷)

دیوبندیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا چنداں مضرت نہیں۔

دیکھئے اعلاء السنن (۳/۱۶۱) ولفظہ: ”والجہالۃ فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا“ اور قرونِ ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔

۳: محدثین نے اس حدیث پر آمین بالجہر کے ابواب باندھے ہیں مثلاً:

- | | |
|--------------------|--|
| ① البخاری الامام | (باب جہر الامام بالتأمین) |
| ② ابن خزیمہ الامام | (باب الجہر بآمین عند انقضاء فاتحہ الكتاب.....) |
| ③ النسائی الامام | (جہر الامام بآمین) |
| ④ ابن ماجہ الامام | (باب الجہر بآمین) |

۴: الزین بن منیر (متوفی ۶۹۵ھ) نے کہا:

”والقول إذا وقع به الخطاب مطلقاً حمل على الجهر“

جب مطلقاً (بلا قید و سر و جہر) خطاب وارد ہو (قرینے کے بغیر) تو جہر پر ہی محمول ہوگا۔ (فتح الباری ۲/۲۱۲)

۵: دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۶: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اس حدیث کا جہری مفہوم ہی متحقق ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

نعیم الحمر (التابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

پس آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ پھر آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی جب آپ نے

﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھا تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین

کہی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔

پھر فرماتے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم سب سے زیادہ

رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (سنن نسائی یعنی الجہی ۲/۱۳۲ ح ۹۰۵، سندہ صحیح)

اس حدیث کو درج ذیل ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے:

① ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۵۱)

② ابن حبان (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۴۵)

③ الدارقطنی (السنن ج ۱ ص ۳۰۶)

④ الحاكم (المستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)

⑤ الذہبی (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)

⑥ البیہقی (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶)

⑦ الخطیب (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶)

⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (تفلیق العلق ج ۲ ص ۳۲۱)

محمد بن علی النیموی نے بھی اس کے متعلق ”وإسناده صحيح“ کہا ہے۔

(آثار السنن ص ۹۴ ج ۳۴۱)

اس حدیث سے امام اور مقتدیوں کا آمین بالجبر کہنا ثابت ہوتا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر ۱/۱۶)

سعید بن ابی ہلال کتب ستہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ان سے اس حدیث کے راوی خالد بن یزید المصری بالاتفاق ثقہ ہیں۔ خالد کی سعید سے روایت:

صحیح بخاری (کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء والغفر رقم الحدیث ۱۳۶) اور صحیح مسلم (کتاب الاضاحی رقم الحدیث ۱۹۷۷ قبل ۱۹۷۸) وغیرہا میں ہے جو اس امر کی قوی دلیل

ہے کہ سعید سے خالد کا سماع قبل از اختلاط ہے۔ خالد بن یزید ۱۳۹ھ کو فوت ہوئے

(تہذیب التہذیب ۳/۱۱۱) اور سعید بن ابی ہلال ۱۳۳ھ یا ۱۳۵ھ کو فوت ہوئے

(تہذیب التہذیب ۳/۸۴) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن یزید انجی سعید بن

ابی ہلال اللیثی کے قدیم شاگردوں میں سے ہے لہذا اس کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے

کا ہے، اسی لئے متعدد ائمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تیسری حدیث

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

”أخبرنا يحيى بن محمد بن عمرو بالفسطاط قال: حدثنا إسحاق ابن إبراهيم بن العلاء الزبيدي قال: حدثنا عمرو بن الحارث قال: حدثنا عبد الله بن سالم عن الزبيدي قال: أخبرني محمد بن مسلم عن سعيد بن المسيب وأبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته وقال: ((آمين))“

یحییٰ بن محمد بن عمرو نے ہمیں فسطاط میں حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی نے حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں عمرو بن حارث نے حدیث بیان کی انھوں نے عبد اللہ بن سالم عن زبیدی حدیث بیان کی (کہا:) مجھے محمد بن مسلم (الزہری) نے عن سعید بن مسیب عن ابی سلمہ (کے واسطے) سے حدیث بیان کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جب رسول اللہ ﷺ سورۃ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور فرماتے: آمین“ (صحیح ابن حبان ۱۴۷/۳ ج ۱۸۰۳)

سند کی تحقیق

اسے درج ذیل ائمہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

- ① ابن حبان (صحیح ابن حبان ۱۴۷/۳ ج ۱۸۰۳)
- ② ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷)
- ③ الحاکم (مستدرک ج ۱ ص ۲۲۳، معرفۃ السنن والآثار ۵۳۲/۱)
- ④ الذہبی (تخفیف المستدرک ۲۲۳/۱)

- ⑤ الدارقطني (سنن دارقطني ۱/۳۳۵، وقال هذا اسناد حسن)
 ⑥ بیہقی (التلخیص الحمیر ج ۱ ص ۲۳۶ بلفظ: حسن صحیح)
 ④ ابن القیم (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۹۷)
 ⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (التلخیص الحمیر میں تصحیح نقل کر کے سکوت کیا ہے۔)
 حافظ ابن حجر کا تلخیص میں کسی حدیث کو ذکر کر کے سکوت کرنا دیوبندی علماء کے نزدیک صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ حوالہ بطور الزام پیش کیا گیا ہے۔

(دیکھئے تواعدنی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد تھانوی ص ۵۵ معارف السنن ج ۱ ص ۳۸۵ توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۱۱)
 اس حدیث کو کسی قابل اعتماد امام نے ضعیف نہیں کہا۔

راویوں کی تحقیق

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور فقیہ صحابی ہیں۔ سعید بن المسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن بالاتفاق ثقہ ہیں۔ محمد بن مسلم، امام زہری ہیں جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ کی روایت سے ظاہر ہے۔ آپ کتب ستہ کے مرکزی راوی ہیں اور آپ کی جلالت و اتقان پر اتفاق ہے۔ (تقریب الجہد ص ۶۲۹۶)

[امام زہری بہت کم تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۰)

حافظ صلاح الدین کی کلدی نے جامع التحصیل میں انھیں دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے جن کے عنعنہ کو (بعض) ائمہ نے (علت قادحہ نہ ہونے کی صورت میں) قبول کیا ہے، مولانا ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام (۱/۳۸۸-۳۹۰) میں امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیئے ہیں۔]

تنبیہ: لیکن میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں لہذا یہ سند ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد کے ساتھ صحیح ہے، دیکھئے: چوتھی حدیث وغیرہ۔

محمد بن الولید الزبیدی صحیحین کے راوی اور ”ثقة ثبت من كبار أصحاب الزهري“ تھے (التقریب: ۶۳۷۲) عبد اللہ بن سالم الاشعری صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن حسان

اور عبداللہ بن یوسف نے آپ کی تعریف کی ہے۔ نسائی نے کہا: ”لیس بہ بأس“ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، دارقطنی نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔ (ملخصاً من تہذیب التہذیب ۲۰۰/۵) ذہبی نے کہا: ”صدوق فیہ نصب“ (الکاشف ۸۰/۲)۔

ابن حجر نے کہا: ”ثقة رومی بالنصب“ (التقریب: ۳۳۵)

نصب کا الزام مردود ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ابن خزیمہ، الحاکم، بیہقی اور ابن قیم نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اس کی توثیق کی ہے۔

ان کے مقابلے میں ابو عبیدہ الآجری نے ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا تھا: علی نے ابوبکر و عمر کے قتل پر اعانت کی ہے اور ابوداؤد اس کی مذمت کرتے تھے لیکن یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے: ① جمہور کے خلاف ہے۔

② اس کا تعلق روایت حدیث کے ساتھ نہیں بلکہ اجتہادی امور کے ساتھ ہے۔

③ بقول آجری ابوداؤد ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے (التہذیب ۱۵۱/۲) اور بقول آجری عن ابی داؤد عبداللہ بن سالم ۱۷۹ھ کو فوت ہوا۔ (التہذیب ۲۰۰/۵) یعنی اس کی وفات کے تیس سال بعد ابوداؤد پیدا ہوئے لہذا انھیں یہ قول کس طرح معلوم ہوا؟ سند کے انقطاع کی وجہ سے بھی اس قول کی نقل مردود ہے۔

④ سوالات الآجری عن ابی داؤد کا مصنف ابو عبیدہ محمد بن عثمان الآجری ہے جس کے حالات نامعلوم ہیں۔ سوالات کا محقق محمد علی قاسم العری لکھتا ہے:

”لم أوفق في الحصول على عبارة صريحة في تعديل الآجري إذ لم

يترجم له أحد فيما أعلم حتى يذكر ما يفيد ذلك“

آجری کی توثیق کے بارے میں مجھے صریح عبارت نہیں ملی۔ میرے علم کے مطابق کسی

نے بھی اس کے حالات نہیں لکھے تاکہ وہ ذکر کرے جو اس کے بارے میں ہو۔ (ص ۴۱)

اگر یہ جرح باسند صحیح بھی ہوتی تو مردود تھی، سرفراز صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

”اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا چھبی، معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔“

(حسن الکلام ط دوم ج ۱ ص ۳۰)

عمرو بن الحارث الحمصی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۳/۸) ابن حبان، ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، اور ابن قیم نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (دیکھئے نصب الرایۃ ۱/۱۴۹، ۲/۲۶۴، لسان المیزان ۱/۵، ۲۲۷/۵، ۳۱۴)

ان کے مقابلے میں حافظ ذہبی نے کہا ”غیر معروف العدالة“ (میزان الاعتدال ۳/۲۵۱) حافظ ابن حجر نے کہا: مقبول (التقریب: ۵۰۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱۔ غیر مفسر ہے ۲۔ جمہور کے خلاف ہے ۳۔ ان کے اپنے کلام میں بھی تعارض ہے۔ حافظ ذہبی نے خود عمرو بن الحارث کی حدیث کی تصحیح میں موافقت اور ابن حجر نے سکوت کیا ہے۔

”وإذا تعارضتا تساقطا“ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲/۵۵۳)

لہذا ثابت ہوا کہ عمرو بن الحارث ثقہ و صحیح الحدیث ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی امام بخاری کی کتاب ”الأدب المفرد“ کے راوی ہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات (۱۱۳/۸) میں اسے ذکر کیا ہے۔

ابن معین نے کہا: ”لا بأس به ولكنهم يحسدونه“ (الجرح والتعديل ۲/۲۰۹، سندہ صحیح) ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، الذہبی اور ابن قیم نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کر کے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

ان کے مقابلے میں مروی ہے کہ امام نسائی نے کہا: ”لیس بثقة“ (تہذیب التہذیب ۱/۱۸۹)

آجری نے ابوداؤد سے روایت کیا کہ محمد بن عوف نے کہا: ”ما أشك أن إسحاق بن زهير يكذب“ (ایضاً)

ابوداؤد نے (بہ روایت الآجری) کہا: ”لیس بشی“ (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)
ذہبی نے کہا ”ضعیف“ ابن حجر نے کہا: ”صدوق یہم كثيراً و اطلق محمد بن عوف أنه يكذب“ (التقریب: ۳۳۰)
یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

- ① جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔
 - ② ذہبی کا قول ان کی تصحیح کے معارض ہے۔ ”وإذا تعارضتا تساقطا“
 - ③ نسائی کے قول کی سند تاریخ دمشق لابن عساکر (۷/۷۷) میں موجود ہے، اس قول کا راوی، امام نسائی کا بیٹا عبدالکریم ہے جس کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۲۹۹) اور الانساب للسمعانی (۵/۳۸۴) میں ہے لیکن توثیق مذکور نہیں لہذا یہ مجہول الحال ہے۔ یعنی یہ قول امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔
 - ④ آجری کی عدالت نامعلوم ہے لہذا اس کی ابن عوف و ابوداؤد سے نقل مردود ہے۔
 - ⑤ یہ جرح حسد پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے۔
- اسحاق ابن ابراہیم سے بڑے بڑے اماموں نے حدیث بیان کی ہے مثلاً یعقوب بن سفیان الفارسی، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابو حاتم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی اور بخاری وغیرہم۔
(دیکھئے تہذیب الکمال ۲/۳۶۹)
- یعقوب الفارسی اور امام بخاری صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔
(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتحفانی/ البخاری، ۱۹/۲۲۲، ۲۲۳، التکمیل للہیثمی/ یعقوب، ج ۱ ص ۲۴)
- لہذا الحق بن ابراہیم الزبیدی کو کذاب کہنا انتہائی غلط ہے۔
معلوم ہوا کہ اسحاق بن ابراہیم مذکور: حسن الحدیث ہے۔

چوتھی حدیث

امام ترمذی نے کہا:

”حدثنا بندار (محمد بن بشار:) حدثنا يحيى بن سعيد و
عبد الرحمن بن مهدي قالا: حدثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن
حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قرأ
﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ فقال: ((آمين)) و مدبها
صوته (قال:) وفي الباب عن علي و أبي هريرة قال أبو عيسى: ”حديث
وائل بن حجر حديث حسن“

بندار نے ہمیں حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں یحییٰ بن سعید و عبد الرحمن
بن مہدی نے حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں سفیان نے عن سلمہ بن کھیل
عن حجر بن عنبس حدیث بیان کی کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے
نبی ﷺ سے سنا آپ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھا پھر کہا:
آمین اور اپنی آواز کو اس کے ساتھ کھینچا، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی ۲/۲۸۰، ۲۸۱ ج ۲۸۸)

سند کی تحقیق

- ① امام دارقطنی نے کہا: ”هذا صحيح“ (سنن دارقطنی ۱/۳۳۴، تلخیص الحیر ۱/۲۴۱)
 - ② ابن حجر نے کہا: ”وسنده صحيح“ (الترغیص الحیر ۱/۲۳۶ ج ۲۵۳)
 - ③ البغوی نے کہا: ”هذا حديث حسن“ (شرح النہ ۳/۵۹۲ ج ۵۸۶)
 - ④ ابن قیم نے کہا: ”وإسناده صحيح“ (اعلام الموقعین ۲/۹۶)
- ہمارے علم کے مطابق کسی قابل اعتماد امام نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا ہے۔
متاخرین کا متقدمین کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

راویوں کی تحقیق

- ① حجر بن عنبس ثقہ تھے۔ (اکاشف/۱۵۰)
 - ② سلمہ بن کہیل کتب ستہ کے راوی اور ثقہ تھے۔ (اکاشف/۳۰۸)
 - ③ سفیان ثوری ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجتہ تھے۔ (التریب: ۲۳۳۵)
- آپ مدلس بھی تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹)
- آپ سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔
- (دیکھئے العلل لاحمد بن حنبل ۱/۲۰۷، الکفایہ للخطیب ص ۳۶۲، تہذیب الجہذیب ۱۱/۱۹۲)
- امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ آپ سلمہ بن کہیل سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔
- (العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶، التہذیب لابن عبد البر ۳/۳۳، شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۷۵۱)
- العلاء بن صالح نے آپ کی متابعت کی ہے۔
- (الترمذی: ۱، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۳۵، ولفظ ”فجہر بآمین“)
- سنن ابی داود کے تمام نسخوں میں علی بن صالح لکھا ہوا ہے۔ مگر امام بیہقی نے الخلافات (قلمی ص ۱۵۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد سے یہ حدیث العلاء بن صالح کے نام سے روایت کی ہے۔ العلاء بن صالح جمہور علماء کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین، ابوداؤد، ابوحاتم، ابن حبان، یعقوب بن سفیان، ابن نمیر اور العجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔
- امام بخاری نے کہا: ”لا یتابع“ (اس کی فلاں حدیث میں متابعت نہیں کی گئی) یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ابن مدینی نے کہا: ”اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں“
- جمہور کی توثیق کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے۔
- ذہبی نے کہا: ”ثقة يغرب“ ثقہ ہے اور غریب روایات بیان کرتا ہے۔ (اکاشف/۳۰۹)
- ابوزرعہ نے کہا: ”لا بأس به“ (الجرح والتعديل ۶/۳۵۷)
- ابوحاتم کا قول: ”کان من عتق الشيعة“ (میزان الاعتدال ۲/۱۰۱)

مجھے الجرح والتعديل میں نہیں ملا اور اگر یہ کلمات ان سے ثابت بھی ہوں تو مردود ہیں۔
حافظ ذہبی نے العلاء بن صالح کے ترجمہ میں عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبد اللہ عن علی
ایک روایت ذکر کی ہے کہ (علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں عبد اللہ ہوں، رسول اللہ ﷺ کا بھائی
ہوں اور صدیق اکبر ہوں۔... الخ (انظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۱۲۹، نیز دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۲۰)
العلاء بن صالح اس روایت میں متفرذ نہیں ہیں، بلکہ ابواسحاق نے ان کی متابعت کی ہے۔
(مستدرک ۳/۱۱۲)

اس روایت کا اصل الزام عباد بن عبد اللہ رافضی پر ہے جو سخت مجروح ہے۔ حافظ ابن تیمیہ
نے عباد کی اس روایت کو ”کذب ظاہر“ (کھلا جھوٹ) قرار دیا۔

(منہاج السنۃ ۴/۱۹۹ بحوالہ تخریج النصاب للنسائی ص ۲۵)

ذہبی نے اسے ”حدیث باطل“ کہا۔ (تلخیص المستدرک ۳/۱۱۲ ح ۴۵۸۴)
لہذا العلاء اس روایت کے الزام سے بری ہے۔

سفیان ثوری کی حدیث کے متن کی تحقیق

سفیان سے یہ روایت ابن مہدی، یحییٰ بن سعید، الحارثی، اور وکیع نے ”مدبھا صوتہ“ اور
”یمدبھا صوتہ“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

محمد بن کثیر، الفریابی، قبیصہ اور ابوداؤد الحنفی نے ”رفع بھا صوتہ“ اور ”یرفع بھا
صوتہ“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے لہذا دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی
توضیح کرتی ہیں۔

محمد بن کثیر کی روایت سنن دارمی (۲۸۴/۱) اور سنن ابی داؤد (۵۷۴/۱ ح ۹۳۲) میں موجود
ہے۔ آپ کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الحافظ الثقة“ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۸۳) اور ابن معین کی جرح
نقل کر کے بطور تردید فرمایا: یہ شخص پل عبور کر گیا ہے (اس پر جرح مردود ہے) اور ہمارے

علم میں اس کی کوئی چیز منکر نہیں جس کی وجہ سے اسے کمزور قرار دیا جائے۔ (ایضاً ص ۳۸۴)
محمد بن کثیر کی متابعت دو ثقہ راویوں نے کی ہے۔

① ابوداؤد الحنفی (السنن الکبریٰ ۲/۵۷) ان کی روایت میں ”رفع بها صوته“ کے الفاظ ہیں۔ ابوداؤد عمر بن سعد الحنفی صحیح مسلم کا راوی اور ثقہ عابد تھا۔ (التقریب: ۴۹۰۴)
ان کے شاگرد عباس بن محمد الدوری ثقہ حافظ تھے (التقریب: ۳۱۸۹) الدوری کے شاگرد ابوطاہر محمد بن الحسن الحمد آبادی ثقہ تھے۔ امام حاکم نے کہا: ”کان من اکابر المشائخ الثقات“ (الانساب ج ۵ ص ۲۱۷)

ذہبی نے کہا: ”کان من أعيان الثقات العالمين بمعاني التنزيل وبالآداب“
نیز کہا: ”الإمام العلامة المفسر“ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۰۴، ۳۰۵)
الحمد آبادی کے شاگرد ابوطاہر محمد بن محمد بن محمّد الزیادی الشافعی النیسابوری ”الفقیہ العلامة القدوة..... الأديب“ تھے۔ (النبلاء ۱۷/۲۷۶)

ذہبی نے کہا: ”کان إمام أصحاب الحديث ومسندهم ومفتيهم“ (ایضاً ص ۲۷۷)
حاکم نے آپ کی تعریف کی ہے۔ (الانساب ج ۳ ص ۱۸۵)
بیہقی نے انھیں ”الإمام“ کہا اور ان کی ایک روایت کو محفوظ کہا۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۲۲)
عبدالغافر بن اسماعیل نے کہا: ”إمام أصحاب الحديث بخراسان وفقههم
بالإتفاق بلا مدافعة“ (تاریخ نيسابور ص ۸)
تراویح کی بحث میں اہل الرائے ان کی روایت کو پیش کرتے ہیں۔

(دیکھئے آثار السنن للشمس ص ۲۵۲)
ابوطاہر اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ الحسن بن علی بن عفان نے بھی یہ حدیث ابوداؤد الحنفی سے بیان کی ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار قلمی، بیہقی ۱/۲۱۰، الخلائیات لہ قلمی ص ۵۰، ولفظ: جبر بہا صوتہ)

الحسن بن علی بن عفان صدوق ہیں۔ (اتقرب: ۱۲۴۱)
امام دارقطنی وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲۶۱)
ان کے شاگرد ابوالعباس محمد بن یعقوب بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۸۶۰ تا ۸۳۵)
ابوالعباس کے شاگرد ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک صدوق مشہور ہیں۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۳۹ تا ۹۶۲، میزان الاعتدال ۳/۶۰۸)

② الفریابی نے ”یرفع صوته“ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ (سنن دارقطنی ۱/۳۳۳)
محمد بن یوسف بن واقد الفریابی کتب ستہ کے راوی اور ”الإمام الحافظ شیخ الإسلام“
تھے۔ (اللباب ۱۰/۱۱۳)

آپ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔
الفریابی سے حمید بن زنجویہ نے یہ حدیث بیان کی، حمید ثقہ ثبت ہے۔ (اتقرب: ۱۵۵۸)
ابن زنجویہ کے شاگرد یحییٰ بن محمد بن صاعد ”الحافظ الإمام الثقة“ تھے۔
(تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۷۶)

ابن صاعد سے امام دارقطنی بیان کرتے ہیں جو بالاتفاق ثقہ اور معتدل امام تھے۔

③ قبیسہ نے بھی ”یرفع بها صوته“ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۳۴۳ ح ۱۱۱)

شعبہ کی روایت

سلمہ بن کہیل سے حجر بن عننس اور علقمہ بن وائل کی سند کے ساتھ امام شعبہ نے جو روایت
بیان کی ہے وہ سفیان ثوری اور العلاء بن صالح وغیرہما کی روایت کے خلاف ہے۔ یہ روایت
مسند احمد (۴/۳۱۶) سنن دارقطنی (۱/۳۳۴) سنن بیہقی (۲/۵۷، ۵۸) مسند طرابلسی
(۱۰۲۴) صحیح ابن حبان (۳/۱۴۶ ح ۱۸۰۲) اور مستدرک حاکم (۲/۲۳۲) وغیرہ میں ہے۔
شعبہ سے محمد بن جعفر اور یزید بن زریع نے ”أخفى بها صوته“ (آپ نے اپنی آواز پست

رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی، ابو داؤد طیالسی، عمرو بن مرزوق اور سلیمان بن حرب وغیرہ نے ”خفض بھا صوتہ“ اور ”یخفض بھا صوتہ“ (اپنی آواز پست رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

ابو الولید الطیالسی سے اختلاف ہے، ان کے شاگرد اسماعیل بن اسحاق القاضي (ثقة بالاجماع) کی روایت میں ”یخفض بھا صوتہ“ کے الفاظ ہیں۔ حاکم اور ذہبی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، ابراہیم بن مرزوق (متکلم فیہ) کی روایت میں ”رافعا بھا صوتہ“ کے الفاظ ہیں۔ ابن مرزوق کی روایت شاذ اور اسماعیل القاضي کی روایت محفوظ ہے۔ شعبہ سے عبد الصمد اور وہب بن جریر نے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں خفض وغیرہ الفاظ نہیں، بلکہ ”قال آمین“ (آپ نے آمین کہی) کے الفاظ ہیں۔ (صحیح ابن حبان ۱۳۶/۳)

حافظ ابن حبان نے اس پر ”باب أن یجهر بآمین“ باندھا ہے۔

عبد الصمد بن عبد الوارث کتب ستہ کے راوی اور صدوق ثبت فی شعبہ ہیں۔ (التقریب: ۱۰۸۰)

وہب بن جریر بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۳۷۲)

اور ان دونوں تک سند بالکل صحیح ہے، معلوم ہوا کہ شعبہ سے روایت میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ہے، شعبہ بن الحجاج کتب ستہ کے راوی ثقہ حافظ متقن تھے۔ (التقریب: ۲۷۹۰)

مگر جمہور غیر جانبدار محدثین نے متعدد علل کی وجہ سے آپ کی اس روایت کو خطا (غلط) اور سفیان کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔

حاکم اور حافظ ذہبی نے اگر شعبہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے تو امام بخاری اور امام ابو زرعہ نے شعبہ کی حدیث کو خطا اور ثوری کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (العلل الکبیر للترمذی ۱/۲۱۷)

امام دارقطنی نے کہا: ”یقال أنه وهم فيه لأن سفیان الثوری ومحمد بن سلمة بن کھیل وغیرہما رووا عن سلمة فقالوا: ورفع صوتہ بآمین وهو الصواب“

(سنن دارقطنی ۱/۳۳۳ ج ۱: ۱۲۵۶)

امام بیہقی نے کہا: ”وقد أجمع الحفاظ: محمد بن إسماعيل وغيره على أنه أخطأ في ذلك“ (معرفۃ السنن والآثار ق ۱/ ۲۱۰)

☆ سفیان ثوری کی حدیث کو شعبہ کی روایت پر کئی لحاظ سے ترجیح حاصل ہے:

① سفیان کی العلأء بن صالح (ثقة) نے متابعت کی ہے اور شعبہ کا کوئی متابع نہیں۔

② سفیان کی روایت کے دو شاہد ہیں، اور شعبہ کا کوئی شاہد نہیں۔

شاہد نمبر ۱:

کہا جاتا ہے علقمہ بن وائل نے بھی یہ حدیث ”یجهر بآمين“ اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ (مسند احمد ۴/ ۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۵۸)

علقمہ بن وائل صحیح مسلم کے راوی ہیں، ابن سعد اور ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(التهذيب ۷/ ۲۳۷)

ناقابل تردید دلائل سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے والد سے احادیث سنی ہیں۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۶۹۸۰ اور ترمذی دارالسلام: ۴۳۸۷)

علقمہ سے ابواسحاق (عمر بن عبد اللہ البمدانی) راوی ہیں، آپ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ

عابد تھے۔ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

آپ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۳۷۹۱)

آپ سے شریک نے یہ حدیث بیان کی ہے، آپ سے شریک کی روایت قبل از اختلاط ہے

کیونکہ وہ آپ سے قدیم السماع تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۲۷۳)

سماک نے ابواسحاق کی متابعت کی ہے۔ (کتاب التمهید لمسلم ص ۸، ۹ ق ۱)

سماک صحیح مسلم کے راوی اور صدوق تھے، مگر مہ سے ان کی روایت میں خاص کراضطراب

ہے اور وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور تلقین قبول کر لیتے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

شریک بن عبد اللہ القاضی صحیح مسلم کے راوی ”صدوق یخطئ کثیراً تغیر حفظه منذ

ولي القضاء بالكوفة وكان عادلاً فاضلاً عابداً شديداً على أهل البدع“ تھے۔

(التقریب: ۲۷۹۷)

یعنی منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ کمزور پڑ گیا تھا، ایسے راوی سے روایت متابعات میں جب کہ اصل صحیح یا حسن ہو تو پیش کی جاسکتی ہے۔ شریک سے اسود بن عامر (ثقة) نے اور ان سے احمد بن حنبل وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

شاہد نمبر ۲:

کہا جاتا ہے کہ عبد الجبار بن وائل نے بھی یہ حدیث اپنے والد سے آمین بالجہر کے مفہوم کے ساتھ بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۸۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۲۵ ج ۹۵۹، مسند احمد: ۴/۳۱۵ ج ۱۸۸۳، سنن ۱۸۸۳ دارقطنی: ۱/۳۳۳ ج ۱۲۵۹، نسائی بحوالہ نصب الرایۃ: ۱/۳۱۱)

عبد الجبار بن وائل صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ تھے، ان کے والد سے ان کی روایت مرسل ہے۔ (التقریب: ۲۷۴۳)

دیوبندیوں کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ (احسن الکلام: ۱/۲۶۲)

دیگر محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہوتی ہے مگر صحیح و حسن لذاتہ روایت کی تائید اور اعتضاد (تقویت) کی صورت میں اسے شواہد میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ عبد الجبار سے ابواسحاق وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے، ابواسحاق سے زہیر، یونس بن ابی اسحاق، زید بن ابی انیسہ اور ابو بکر بن عیاش نے یہ حدیث بیان کی۔ زہیر ثقہ ثبت ہیں مگر ان کا سماع ابواسحاق سے آخری عمر کا ہے، آپ کتب سے کہتے ہیں۔ (التقریب: ۲۰۵۱)

یونس صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں آپ کو کچھ اوہام بھی ہوئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”بل هو صدوق ما به بأس“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۸۳)

زید کتب سے کہتے ہیں اور ثقہ لہ افراد تھے۔ (التقریب: ۲۱۱۸)

ابو بکر بن عیاش قول راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں لہذا حسن الحدیث ہیں۔

دیکھئے نورالعینین (طبع جدید ص ۱۶۸)

- ③ جمہور محدثین نے شعبہ کی روایت کو خطا اور ثوری کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔
- ④ شعبہ کی روایت میں اضطراب ہے یہ بات ابوبکر الاثرم نے کہی ہے جبکہ سفیان کی روایت میں اضطراب نہیں ہے۔ (دیکھئے تلخیص الحیر ۱/۳۳۷)
- ⑤ محدثین کا قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ سفیان اور شعبہ کی روایت میں جب بھی اختلاف ہو تو سفیان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، امام بیہقی نے کہا:

”لا أعلم اختلافاً بين أهل العلم بالحديث أن سفیان و شعبه إذا

اختلفا فالقول قول سفیان“

علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب سفیان اور شعبہ کے مابین اختلاف ہو تو سفیان کا قول رائج ہوگا۔

(اعلام الموقعین ۲/۳۹۶، عون المعبود ۳/۲۰۷، الخلافيات للبيهقي ۱/۵۰ قلمی)

یحییٰ القطان نے کہا: جب شعبہ سفیان کی مخالفت کرے تو میں سفیان کے قول کو لیتا ہوں۔

(المخرج والتعديل ۲/۲۲۳، ۲۲۴ وسندہ صحیح، تہذیب التہذیب ۲/۱۰۱)

یعنی حدیث کی روایت میں نیز ملاحظہ فرمائیں: (شرح علل الترمذی لابن رجب ج ۱ ص ۱۵۶، ۱۷۷)

- ⑥ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت (جہ کہ ثوری کی سند کے ساتھ ہے) کے دیگر صحابہ سے شواہد بھی ہیں جب کہ شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات گزر چکی ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: اس باب میں علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت

امام ابن ماجہ نے کہا:

”حدثنا عثمان بن أبي شيبة: ثنا حميد بن عبد الرحمن: ثنا ابن

أبي لیلی عن سلمة بن کھیل عن حجة بن عدي عن علي قال:
سمعت رسول الله ﷺ إذا قال ولا الضالين، قال: آمين“
عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبد الرحمن نے
حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی وہ سلمہ بن کھیل سے
وہ حجیہ بن عدی سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا، آپ ﷺ نے جب ولا الضالین کہا تو آمین کہی۔

(سنن ابن ماجہ ۲۷۸/۱ حدیث ۸۵۴)

امام بیہقی نے کہا:

”أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد: أنبأ أبو الحسين بن
عثمان المري (!): ثنا محمد بن علي الوراق: ثنا عثمان بن أبي شيبة:
ثنا حميد بن عبد الرحمن الرواس عن محمد بن عبد الرحمن بن
أبي ليلى عن سلمة بن كهيل عن حجة بن عدي عن علي رضي الله
عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول ((آمين)) إذا قرأ غير المغضوب
عليهم ولا الضالين“

ابو الحسین بن الفضل نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ابو الحسین بن عثمان نے
حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں محمد بن علی نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں عثمان
بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبد الرحمن الرواس نے، وہ
محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے، وہ سلمہ بن کھیل سے، انھوں نے حجیہ بن عدی
(کے واسطے سے) حدیث بیان کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا جب آپ ﷺ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾
کہا تو آمین کہی۔ (الحلیات قلمی ص ۵۲)

سند کی تحقیق

جعیہ بن عدی کو ابن حبان اور العجلی نے ثقہ کہا۔ البونجی نے بھی توثیق کی۔ ترمذی نے اس کی ایک حدیث کو حسن صحیح کہا (۱۵۳۹، الاضاحی) ذہبی نے کہا: ”وہو صدوق إن شاء الله“ (میزان الاعتدال ۱/۳۶۶)

ابن حجر نے کہا: ”صدوق یخطئ“ (التقریب رقم ۱۱۵۰)

ابو حاتم نے کہا: ”لا یحتج بحديثه شیبه بالمجهول“ ابن سعد نے کہا: ”کان معروفاً ولیس بذاك“ ابن المدینی نے کہا: ”لا أعلم روى عنه إلا سلمة بن كهیل“ ابن حجر نے کہا: ”روى عنه الحكم بن عتيبة و سلمة بن كهیل و أبو إسحاق السبيعي“ حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے کہا: ”ولم یحتج بحجة بن عدي وهو من كبار أصحاب أمير المؤمنين علي رضي الله عنه“ معلوم ہوا کہ جعیہ عند الجمہور صدوق ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔ سلمہ بن کہیل ثقہ ہیں۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے)

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ مگر اہل الرائے اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(راجع نور الصباح ص ۱۶۳، ۱۶۵، اظہار التحسین فی اخفاء التامین از حبیب اللہ بیرونی ص ۱۶۱)

حمید بن عبد الرحمن الرواسی ثقہ ہے۔ (التقریب: ۱۵۵۱)

عثمان بن ابی شیبہ صحیحین کے راوی ہیں اور امام ابن حجر نے کہا: ”ثقة حافظ شهير وله أوهام وقيل كان لا يحفظ القرآن“ (التقریب: ۳۵۱۳)

ان سے ابن ماجہ اور محمد بن علی الوراق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں صرف ایک علت قածہ (ضعف ابن ابی لیلیٰ) ہے۔

⑤ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی سفیان ثوری کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ ابن عمر اور

ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) آمین بالجبر کے قائل تھے۔ کوئی صحابی آمین بالسر کا قائل نہیں تھا، کسی صحابی سے خفیہ آمین با سند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے۔

پانچویں حدیث

امام ابویعلیٰ الموصلی نے کہا:

”ثنا هدية قال: ثنا هارون بن موسى النحوي عن ثابت عن ابن أم الحصين عن جدته أنها سمعت النبي ﷺ يقرأ: ((مالك يوم الدين)) فقرأ حتى بلغ ولا الضالين قال: آمين“

ہمیں ہدیہ نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں ہارون بن موسیٰ النحوی نے حدیث بیان کی وہ ثابت سے وہ ابن ام الحصین سے وہ اپنی دادی (ام الحصین) سے بیان کرتے ہیں کہ: میں نے نبی ﷺ کو مالک یوم الدین پڑھتے ہوئے سنا، پس آپ نے قراعت کی حتیٰ کہ ولا الضالین پر پہنچ گئے، (تو) کہا: آمین (مجمعی علی ص ۲۵۱: ۲۵۲: ۲۵۳) یہ سند حسن لذاتہ ہے، راویوں کا مختصر اور جامع تعارف درج ذیل ہے:

ہدیہ بن خالد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة عابد، تفرد النسائي بتليينه“ ثقة عابد تھے، ان پر جرح میں امام نسائی منفرد ہیں۔ (التقریب: ۷۲۶۹)

ہدیہ پر امام نسائی کی جرح با سند صحیح ان سے ثابت نہیں ہے، ہمیں یہ جرح کتاب الضعفاء للنسائی اور سنن النسائی میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

ہدیہ مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اگر ان پر امام نسائی کی جرح با سند صحیح ثابت بھی ہو جائے تو بھی جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ہارون بن موسیٰ النحوی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة مقري إلا أنه رمي بالقدر“ ثقہ، قاری قرآن تھے، مگر ان پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ (التقریب: ۷۲۶۹)

صحیحین کے اس راوی پر قدری ہونے کا الزام مردود ہے۔ واللہ

ثابت بن اسلم البنانی، کتب ستہ کے راوی اور ”ثقة عابد“ تھے۔ (اتقریب: ۸۱۰)

یحییٰ بن ام الحصین ثقہ ہیں۔ (اتقریب: ۷۳۲)

ام الحصین رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ (اتقریب: ۸۷۲۰)

معلوم ہوا کہ یہ سند صحیح یا کم از کم حسن لذاتہ ہے۔

آثار صحابہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر

امام ابن خزیمہ نے کہا:

”نا محمد بن یحییٰ: نا أبو سعید الجعفی: حدثني ابن وهب:

أخبرني أسامة وهو ابن زيد عن نافع عن ابن عمر: كان إذا كان مع

الإمام يقرأ بأم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمر ورأى تلك السنة.“

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۸۷ ج ۵۷۲)

محمد بن یحییٰ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں ابو سعید الجعفی نے حدیث بیان

کی (کہا) مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی (کہا) مجھے اسامہ بن زید نے نافع

سے حدیث بیان کی کہ ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے، سورہ فاتحہ پڑھتے پھر

لوگ آمین کہتے تو آپ (رضی اللہ عنہ) بھی آمین کہتے، اور اسے سنت قرار دیتے۔

سند کی تحقیق

نافع مولیٰ ابن عمر ”ثقة ثبت فقیہ مشہور“ (اتقریب: ۷۰۸۲)

اسامہ بن زید (اللیثی ابو زید المدنی) صحیح مسلم کا راوی ہے اور عند الجمہور ثقہ و صدوق ہے۔

ابن وہب عن اسامہ بن زید عن نافع عن ابن عمر کی سند سے متعدد روایات صحیح مسلم میں موجود

ہیں۔ (راجع تحفۃ الاشراف للزی ۱/۵۴، ۵۵)

یحییٰ بن سعید، احمد بن حنبل، ابو حاتم، نسائی، البرقی اور ابو العرب نے جرح کی ہے۔ یحییٰ بن معین،

ابن عدی، العجلی، مسلم، ابن حبان (وقال: یخطی) ابن شاپن اور یعقوب ابن سفیان وغیرہم نے ثقہ صدوق و صحیح الحدیث کہا ہے، آجری کی روایت کے مطابق ابو داؤد نے اسے صالح قرار دیا۔ الحاکم اور ابونعلی الطوسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ابن عدی کا قول ہے: ”یروی عنه ابن وهب نسخة صالحة ليس بحديثه بأس“ (ملخصاً من تهذيب الكمال مع الباش ۳۳۷/۲-۳۵۱ و تهذيب التهذيب ۲۰۹/۱، ۲۱۰ وغیرہما) ذہبی نے کہا: ”الإمام العالم الصدوق“ (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲) اور کہا: ”صدوق قوي الحديث والظاهر أنه ثقة“

(معرفۃ الرواة المحکم فیہم لا یوجب الرد للذہبی ص ۶۲ رقم ۲۶)
البوصیری نے الزوائد میں اس کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (سنن ابن ماجہ ۱۰۱۴/۲ ج ۳۰۵۲)
امام زیلعی حنفی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (نصب الرایۃ ۱۶۲/۳)
علی بن المدینی نے کہا: ”کان عندنا ثقة“ (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رقم ۱۰۳ ص ۹۸)
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثقہ ہے اور اس پر جروح مردود ہیں۔
دیکھئے میری کتاب ”الأسانید الصحيحة في أخبار أبي حنيفة“ (ص ۸۱)
شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ابن سید الناس سے نقل کیا کہ ”إسناده حسن“
(تعلیق المغنی ۱/۲۵۲) یعنی اس کی ایک روایت بلحاظ سند حسن ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے لہذا اس کی حدیث حسن ہے۔
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”وقد يرتقى حديثه إلى رتبة الحسن“ (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۳)
حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق يهيم“ (اترید ۳۱۷)
حافظ صاحب امام ابن عدی سے ایک راوی کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ”لم أر له متناً مكرراً ربما يهيم وهو حسن الحديث“ (تذکرۃ ابن عدی ۸۷۸/۳ السان المیزان ۳/۶۹)

معلوم ہوا کہ یہم والی روایت کا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کے موثقین زیادہ ہوں اور روایت مذکورہ میں اس کا وہم ہونا ثابت نہ ہو۔)

دیوبندیوں کا اصول ہے کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ﴿وَكَذَا إِذَا كَانَ الرَّاوي مُخْتَلَفًا فِيهِ: وَثَقَهُ بَعْضُهُمْ وَضَعَفَهُ بَعْضُهُمْ فَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيثِ﴾ (تواعد فی علوم الحدیث ص ۴۶ مع تحقیق ابی غدة الحطی) اور اسامہ بھی مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض نے جرح کی اور اکثر جمہور علماء نے انھیں ثقہ قرار دیا لہذا ان کی حدیث بذات خود حسن ہے۔ واللہ اعلم

ابن وہب کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ (التقریب: ۳۶۹۴) ابوسعید (یحییٰ بن سلیمان) الجعفی، صحیح بخاری کا راوی ہے، اس سے ابوزرعہ وغیرہ نے روایت کی۔ ابوزرعہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (لسان المیزان ۴/۴۱۶) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔ (کتاب الثقات ۹/۲۶۳ وقال: ربما أغرب) دارقطنی نے کہا: ثقہ

مسلمہ بن قاسم نے کہا: ”لابأس به و كان عند العقيلي ثقة وله أحاديث مناكير“ (مسلمہ بذات خود ضعیف ہے)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت کی ہے، ابوحاتم نے کہا: ”شیخ“ ان کے مقابلے میں امام نسائی نے کہا: ”لیس بثقة“ حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق یخطئ“ (ملخصاً من تهذيب التهذيب ۲۲۷/۱۱) و تقریب التهذیب: ۵۶۳۷ وغیرہما) جمہور کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے، لہذا ابوسعید الجعفی کی حدیث حسن لذاتہ ہے۔

ان کے شاگرد محمد بن یحییٰ (الذہلی) ثقہ حافظ جلیل تھے۔ (التقریب: ۶۳۸۷) ☆ خلاصہ یہ کہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے، لہذا شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا اسے

اسنادہ ضعیف کہنا قرین صواب نہیں ہے۔ واللہ اعلم
امام بیہقی لکھتے ہیں:

”وروینا عن ابن عمر رضي الله عنه أنه كان يرفع بها صوته إماماً
كان أو مأموماً“

ابن عمر رضی اللہ عنہما امام ہوتے یا مقتدی، (دونوں صورتوں میں) آمین بلند آواز سے کہتے
تھے۔ (السنن الکبریٰ ۵۹/۲)

ان کا غالباً اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

”وقال نافع: كان ابن عمر رضي الله عنهما لا يدعه ويحضهم
وسمعت منه في ذلك خبراً“

نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین (کہنا) نہیں چھوڑتے تھے اور انھیں (اپنے شاگردوں کو)
اس کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے اس سلسلہ میں ان سے ایک خبر سنی ہے۔

(بخاری مع فتح الباری ۲/۲۰۹)

”بعض روایات میں ہے کہ خیر سنی ہے۔“ یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۱) میں

موصولاً موجود ہے۔

تنبیہ: مصنف عبدالرزاق (۲/۹۷) میں ابن جریج کے بعد ”أحبر نافع“ چھپ
گیا ہے۔ جبکہ صحیح ”أخبرني نافع“ ہے جیسا کہ فتح الباری (۲/۲۰۹) میں ہے۔
فوائد ابن معین میں صحیح سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے:

أن ابن عمر كان إذا ختم أم القرآن لا يدع آمين، يؤمن إذا ختمها و
يحضهم على قولها و سمعت منه في ذلك خبراً

ابن عمر جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین (کہنا) نہ چھوڑتے، جب فاتحہ ختم کرتے
تو آمین کہتے اور اسے کہنے کی ترغیب دیتے، میں نے ان سے اس کے متعلق ایک

روایت بھی سنی ہے۔

یہ روایت ابن حجر نے تغلیق التعلیق (۳۱۹/۲) میں اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن معین سے نقل کی ہے۔

(۲) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
صحیح بخاری میں ہے:

”قال عطاء: آمین دعاء أمن ابن الزبیر ومن ورائه حتی أن للمسجد للجة“

اور عطاء نے کہا: آمین ایک دعا ہے، ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں نے جو ان کے پیچھے تھے (اتنی بلند آواز سے) آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ (مع فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۸)
یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۰) وعنه ابن حزم فی المحلی (ج ۳/۲۶۴) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۲۷/۲) مسند الشافعی بترتیب محمد عابد السندھی (۸۲/۱ ج ۲۳۰، ۲۳۱) کتاب الثقات لابن حبان (۲۶۵/۶) اسنن الکبریٰ للبیہقی (۵۹/۲) تغلیق التعلیق (۳۱۸/۲) میں باسند صحیح موجود ہے۔

اس حدیث کے راوی عطاء بن ابی رباح کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں:

”ثقة فقيه فاضل لكنه كثير الإرسال“ (القریب: ۳۵۹۱)

وہ کتب ستہ کے مرکزی راوی ہیں، ان کی یہ روایت ان کا مشاہدہ ہے لہذا متصل ہے مرسل نہیں ہے، عطاء سے امام ابن جریج اس حدیث کے راوی ہیں، ابن معین، ابن سعد، ابن حبان، العجلی اور الذہبی وغیرہم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے، ان پر حبیب اللہ ذروی کی متعہ والی جرح بلا سند اور مردود ہے۔

(مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں میری کتاب ”نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین“ کا مقدمہ ص ۳۰-۳۲)

آپ مدلس تھے مگر آپ نے کہا:

”إذا قلت قال عطاء فأنا سمعته منه وإن لم أقل سمعت“

یعنی اگر میں کہوں کہ عطاء نے کہا ہے، تو وہ میں نے اس سے سنا ہے، اگرچہ میں سماع

کی تصریح نہ کروں۔ (العلیق الکبیر لابن خثعمہ ص ۱۵۲، وسندہ صحیح، تہذیب المعجم ج ۶ ص ۳۶۰)

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کی عطاء سے سماع کی تصریح بھی ہے، الفاظ یہ ہیں:

”قال: قلت له: أكان ابن الزبير يؤمن على اثر أم القرآن؟ قال نعم

يؤمن من وراءه حتى أن للمسجد للجة“

ابن جریج نے کہا: میں نے (عطاء بن ابی رباح) سے پوچھا کیا ابن زبیر (رضی اللہ عنہ)

فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں اور جوان کے پیچھے (نماز

پڑھتے تھے) وہ بھی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۹۶، ۹۷)

ابن جریج سے یہ حدیث عبدالرزاق (مصنف: ۲۶۴۰) محمد بن بکر (تغلیق العلیق ۲/۳۱۸

بحوالہ مسند اسحاق بن راہویہ) مسلم بن خالد (مسند الشافعی ۱/۸۲) سفیان بن عیینہ

(بلفظ لعلہ: مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۷) خالد بن ابی نوف (کتاب الثقات لابن حبان

۲۶۵/۶) نے بیان کی ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔ حافظ ذہبی

نے کہا: ”الحافظ الكبير عالم اليمن الثقة الشيعي“ (اللباء ۹/۵۶۳، ۵۶۴)

محمد بن بکر البرسانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الإمام المحدث الثقة“ (سیر اعلام النبلاء ۹/۴۲۱)

مسلم بن خالد عند الجمہور ضعیف تھے ابن حبان، ابن عدی، ابن معین اور دارقطنی نے انھیں

ثقہ کہا۔ احمد، ابن معین (فی روایہ)، ابن مدینی، بخاری، ابن سعد اور الساجی وغیرہ نے ان

پر جرح کی۔ بخاری کی جرح انتہائی شدید ہے مگر بعد کے الفاظ میں کچھ نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ”فقيه صدوق كثير الأوهام“ (التقریب: ۶۶۲۵)

خلاصہ یہ کہ مسلم الزنجی حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے مگر صحیح اور حسن حدیث کے شواہد میں اس

کی روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم

سفیان بن عیینہ کتب ستہ کے راوی، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، مجتہ تھے:

”إلا أنه تغير حفظه بآخرة وكان ربما دلس لكن عن الثقات“ (التقریب: ۲۳۵۱)
ابوبکر بن ابی شیبہ کا ان سے سماع قبل از اختلاط کا ہے کیونکہ ابوبکر کی ان سے روایات صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں، خالد بن ابی نوف کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (۲۶۴/۶) ہمارے علم کے مطابق اس پر کسی نے بھی جرح نہیں کی، ابن حجر نے ”مقبول“ (عند المتابعین) قرار دیا۔ (التقریب: ۱۶۸۳)

لہذا اس کی روایت شواہد میں مقبول ہے اور وہ مجہول الحال ہے۔ واللہ اعلم
خالد سے مطرف بن طریف اس روایت کے راوی ہیں جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ فاضل تھے۔ (التقریب: ۶۷۰۵)

مطرف سے ابو حمزہ السکری (محمد بن میمون المروزی) نے یہ حدیث بیان کی ہے، جو کہ کتب ستہ کا راوی اور ثقہ فاضل تھا۔ (التقریب: ۶۳۴۸)

ابو حمزہ سے علی بن الحسن بن شقیق نے یہ حدیث بیان کی جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔ (التقریب: ۴۷۰۶)

علی بن الحسن سے اسحاق بن ابراہیم یعنی امام ابن راہویہ اور احمد بن منصور المروزی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ مجتہد قرین احمد بن حنبل تھے۔

التقریب (۳۳۵) میں ہے کہ ابو داؤد نے ان کے متعلق کہا: ان کا حافظہ زندگی کے آخری ایام میں متغیر ہو گیا تھا، لیکن حافظہ ذہبی نے ابو داؤد کی طرف منسوب اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہا: ”فهذه حكاية منكورة“، یعنی یہ تغیر والی حکایت منکر ہے۔ (البیضاء ۱۱/۳۷۷)

اور اختلاط کے الزام کی زبردست تردید کی ہے۔

(یاد رہے کہ ابوداؤد سے اس قول کا راوی ابو عبید محمد بن علی الآجری ہے جو کہ مجہول الحال ہے، دیکھئے تیسری حدیث اگرچہ حافظ ذہبی نے کہا: ”وما علمت أحداً لينه“ تو ہم کہتے ہیں: ”وما علمنا أحداً وثقه“)

لہذا تغیر اور اختلاط کا الزام بالکلیہ مردود ہے۔

احمد بن منصور المروزی صحیح مسلم کا راوی اور صدوق تھا۔ (التقریب: ۱۱۳)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔

(صحیح مسلم کا راوی ہونے میں اس کے متعلق اختلاف ہے، ابو حاتم نے کہا: صدوق تھا)

امام ابن راہویہ سے ان کے ”راویہ“ (مشہور شاگرد) عبد اللہ بن محمد (بن عبد الرحمن بن شیریہ)

نے یہ حدیث بیان کی۔ ابن شیریہ: ”الإمام الحافظ الفقيه“ تھا۔ (البیہ: ۱۶۶/۱۳۴)

”وسمع المسند كله من إسحاق أيضاً وراجع التقييد لمعرفة رواة السنن

والمسانيد لابن نقطة“ (ص ۳۱۹ رقم ۲۸۲)

حاکم نے کہا: ”واحتجوا به“ (ایضاً)

اس کی احادیث سے صحیح ابن حبان بھری پڑی ہے مثلاً: (دیکھئے احادیث: ۵۱، ۲۸۱، ۲۸، ۱۶)

عبد اللہ بن محمد الازدی سے ابن حبان نے یہ روایت بیان کی۔ (کتاب الثقات ۶/۲۶۵)

احمد بن منصور سے ابو بکر محمد بن الحسین القطان نے یہ حدیث بیان کی، اس شخص کو ابن ناجیہ

نے ”یکذب“ کے الفاظ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

امام دارقطنی نے کہا: ”لیس به بأس“ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۲)

امام بیہقی نے اس کی ایک روایت کو ”صحیح“ قرار دیا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۳۲۹)

معلوم ہوا کہ وہ جمہور کے نزدیک ”لیس به بأس“ اور ”صحیح الروایة“ ہے لہذا اس

کی روایت شواہد میں پیش کی جاسکتی ہے۔

ابو بکر القطان کا شاگرد ابو یعلیٰ حمزہ بن عبد العزیز الصید لانی المہلسی النیسابوری تھا۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الشیخ الثقة العالم، شیخ الأطباء“

(سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۳، نیز دیکھئے العصر ۲/۲۱۲، وفیات سنی ۳۰۶ھ الانساب ۳/۵۷۳، الباب ۲/

۲۵۴، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۶۳، شذرات الذهب ۳/۱۸۱، الحلیۃ الاولیٰ من تاریخ نيسابور المنتخب من السياق للامام

عبد الغافر ص ۳۱۵، ۳۱۶، رقم ۶۲۶)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند بالکل صحیح ہے لہذا امام بخاری کا اسے بطور جزم بیان کرنا بجائے۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

”یہ روایت خود ان (علی بن الحسن بن شقیق) کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔“ (اظہار التحسین ص ۶۸)

علی بن الحسن نے ابو حمزہ کی ”کتاب الصلوٰۃ“ کی ایک حدیث میں اشتباہ کی وجہ سے تمام ”کتاب الصلوٰۃ“ (کو بیان کرنا) چھوڑ دیا تھا، انھوں نے حدیث مذکور کو ابو حمزہ سے بیان کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں: ”ثنا علی بن الحسن قال: ثنا أبو حمزہ السکری“

(کتاب الثقات ۶/۲۶۵)

معلوم ہوا کہ علی بن الحسن نے یہ حدیث ابو حمزہ سے سنی ہے، اور آگے اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کی ہے لہذا یہ حدیث ابو حمزہ السکری کی ”کتاب الصلوٰۃ“ کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے علی بن الحسن نے سنی ہے اور ان کے نزدیک معتبر ہے اسی لئے انھوں نے اپنے دو شاگردوں کو یہ حدیث بطور تحدیث سنائی ہے۔

(ابو حمزہ السکری ۱۶۶ھ کو فوت ہوئے/تہذیب الجذیب، اظہار التحسین ص ۶۹)

علی بن الحسن بن شقیق ۱۳۷ھ کو پیدا ہوئے (تہذیب ۷/۲۹۹) یعنی وہ ابو حمزہ کی وفات کے وقت ۲۹ سال کے تھے کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا سماع ابو حمزہ سے بعد از اختلاف کا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حبان نے ابو حمزہ سے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

(راجع صحیح ابن حبان ۳/۷۰، رقم ۲۴۲۴)

حافظ بیہمی نے اس کی تصحیح پر سکوت کیا ہے۔ (موارد الظمان: ۶۷۹)

حافظ ابن حجر نے بھی سکوت کیا ہے۔ (التلخیص الحیر ۲/۱۶ ج ۵۲۲)

اس کی تصحیح ابن السکن سے اور تقویت احمد بن حنبل سے نقل کی یعنی ابن حبان وغیرہ کے نزدیک علی بن الحسن بن شقیق کا ابو حمزہ السکری سے سماع اختلاط سے پہلے اور صحیح حالت کا ہے لہذا اختلاط کا الزام مردود ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے (المصنف میں) کہا:

حدثنا وكيع قال: حدثنا الربيع عن عطاء قال: لقد كان لنا دوي في

مسجدنا هذا بآمين إذا قال الإمام ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾

عطاء بن ابی رباح نے کہا: ہماری مسجد میں جب امام ﴿غير المغضوب

عليهم ولا الضالين﴾ کہتا تو بھنبھناہٹ ہوتی تھی۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۶)

یہ روایت ابن جریج کی روایت کا شاہد ہے، وکیع کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد تھے۔

(التقریب: ۷۴۱۳)

الربيع سے مراد الربيع بن صبيح السعدي ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ۱/۴۰۵)

الربيع مذکور جمہور کے نزدیک حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے، احمد بن حنبل اور ابو زرعد وغیرہ مانے

اس کی تعدیل کی، ابن سعد، نسائی اور الساجی وغیرہ مانے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب ۳/۲۳۷)

حافظ ذہبی نے کہا: ”وكان صدوقاً غزاً عابداً ضعفه س (النسائی)“ (الاکشاف ۱/۲۳۶)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق سي الحفظ وكان عابداً مجاهداً قال

الرامهرمزي: هو أول من صنف الكتب بالبصرة“ (التقریب: ۱۸۹۵)

ایسے راوی کی روایت صحیح یا حسن کی تائید میں شواہد و متابعات میں پیش کی جاسکتی ہے۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس کی روایت

امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

حدثنا وكيع قال: ثنا فطر قال: سمعت عكرمة يقول: أدرکت

الناس ولهم زجة [وفى المحلى ۳/۲۶۴ "ضجة"] في مساجدهم

بآمين إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم ولا الضالين

وکج نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) فطر نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) میں

نے عکرمہ (تابعی) سے سنا، وہ کہہ رہے تھے، میں نے لوگوں کو (ان کی مساجد میں) اس

حال میں پایا کہ جب امام ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ کہتا تو

لوگوں کے آمین کہنے سے مساجد گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۵)

امام وکج بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۴۱)

فطر بن خلیفہ صحیح بخاری کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید،

العجلی، ابن سعد، ابن معین، ابو حاتم، نسائی، الساجی، ابو نعیم، ابن حبان، ابن نمیر اور ابن عدی

وغیرہم نے اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ (رائن التہذیب ۸/۲۹۶)

السعدی، الدارقطنی، وفی روایۃ ابی داود (لعلہ من طریق الآجری) عن احمد بن یونس، ابوبکر

بن عیاش، قطبہ بن العلاء (ضعیف عند الجمهور راجع المیزان) نے جرح کی۔

قطبہ کی جرح ان کے ذاتی ضعف کی وجہ سے مردود ہے۔ احمد بن یونس کی جرح باسند صحیح

ثابت نہیں ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی "فی نفسہ" ثقہ و صدوق امام

ہونے کے باوصف متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ ان کی اور امام

دارقطنی کی جرح جم غفیر کے قول کے مقابلے میں مردود ہے۔ حافظ ابن حجر (فطر بن خلیفہ

کے بارے میں) کہتے ہیں: "صدوق رمی بالتشیع" (التقریب: ۵۴۳)

حافظ ذہبی نے کہا: "الشیخ العالم، المحدث الصدوق" (سیر اعلام النبلاء ۷/۳۰)

اور کہا: "وحدیثہ من قبیل الحسن" (اللباء ۷/۳۳)

یعنی اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے، زیلعی حنفی نے فطر بن خلیفہ پر السعدی کی جرح کا رد

کیا ہے۔ (نسب النبلاء: ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳)

یثی نے اسے ثقہ کہا۔ (مجمع الزوائد ۱۰۴/۹)۔

اور کہا: ”ثقة وفيه كلام لا يضر“ (ج ۵ ص ۷۰)

فطر کا استاد عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۱۱۰۶)

عکرمہ صحیح بخاری وغیرہ کا راوی اور عندا لجمہو ر ثقہ ہے۔

امام بیہقی نے کہا: ”وعكرمة عند أكثر الأئمة من الثقات الأثبات والله أعلم“

(السنن الکبریٰ ۲۳۴/۸، وراجع نصب الرایۃ ۳۳۳/۳)

ابن ناصر الدین نے کہا: ”احتج أحمد ويحيى والبخاري والجمهور بما روى“

(شذرات الذهب ۱۳۰/۱)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة ثبت عالم بالتفسير ولم يثبت تكذيبه عن ابن عمر“

ولا يثبت عنه بدعة“ (التقریب: ۴۶۷۳)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور عطاء کی روایت کا قوی شاہد ہے لہذا عطاء کی

روایت بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے با سند صحیح یا حسن، آمین بالسرا ثبت نہیں ہے۔

چھٹی حدیث

امام ابن ماجہ نے کہا:

”حدثنا إسحاق بن منصور: أخبرنا عبد الصمد بن عبد الوارث: ثنا حماد بن

سلمة: ثنا سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن عائشة عن النبي ﷺ قال:

((ما حسدكم اليهود على شئني، ما حسدكم على السلام والتأمين))“

اسحاق بن منصور نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں عبد الصمد بن عبد الوارث نے

حدیث بیان کی (کہا) ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی کہ (کہا) ہمیں سہیل بن

ابی صالح وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہود نے تمہارے

ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین پر حسد کیا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۸ حدیث ۸۵۶)

اس حدیث کے بارے میں عبد العظیم بن عبد القوی المنذری (المتوفی ۶۵۶ھ) نے کہا:
”رواہ ابن ماجہ یا سناد صحیح“ (الترغیب والترہیب ۱/۳۲۸)

شیخ بوسیری نے کہا: ”ہذا إسناد صحیح و رجاله ثقات احتج مسلم بجميع رواته“ (زوائد ابن ماجہ: ۸۵۶) ذکوان ابوصالح کتب ستہ کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

(راجع المعذیب ۳/۲۱۹)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة ثبت و كان يجلب الزيت إلى الكوفة“

(تقریب المعذیب: ۱۸۴۱)

سہیل بن ابی صالح صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ کا راوی ہے اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

امام ترمذی نے اس کی ایک منفرد حدیث کے بارے میں کہا: ”حسن (صحیح)“

(سنن الترمذی: ۱۹۰۶، وتحت الاشراف: ۱۲۵۹۵)

حافظ ذہبی نے کہا: ”الإمام المحدث الكبير الصادق“ (النبلاء ۵/۳۵۸)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”صدوق تغير حفظه بأخرة روى له البخاري مقروناً

و تعليقاً“ (التقریب: ۲۶۷۵)

سہیل سے حماد بن سلمہ اور خالد بن عبد اللہ کی روایات صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ ان کا اس سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہذا اختلاط کا الزام مردود

ہے۔ (کسی محدث نے اس کی تصریح نہیں کی کہ حماد کا سماع اس سے بعد از اختلاط ہے)

حماد بن سلمہ صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابی عوانہ وغیرہ کے راوی اور جمہور

کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة عابد أثبت الناس في ثابت وتغير حفظه بأخرة“

(التقريب: ۱۳۹۹)

حماد سے عبد الصمد بن عبد الوارث کی روایت صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

(تہذیب الکمال مطبوع ۷/۲۵۸)

لہذا عبد الصمد کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقي ص ۲۶۶ النوع ۶۲)

صحیح ابن خزيمة میں خالد بن عبد اللہ نے حماد کی متابعت کی ہے۔ (۱/۲۸۸ ج ۵۷۴)

خالد بن عبد اللہ الطحان کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ثابت تھے۔ (التقريب: ۱۶۴۷)

حماد کا شاگرد عبد الصمد بن عبد الوارث کتب ستہ کا راوی، صدوق ثابت فی شعبہ تھا۔

(التقريب: ۴۰۸۰)

اسحاق بن منصور بن بہرام الکواجی صحیحین کے راوی، عبد الصمد بن عبد الوارث کے شاگرد اور

ثقہ ثابت تھے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ۲/۴۷۵، التقريب: ۳۸۴)

خالد بن عبد اللہ کے شاگرد ابو بشر الواسطی اسحاق بن شاہین صحیح بخاری کے راوی اور صدوق تھے۔

(التقريب: ۳۵۹)

صحیح ابن خزيمة کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إن اليهود قوم حسد وهم لا يحسدونا على شيء كما يحسدونا

على السلام وعلى آمين))

بے شک یہود حسد قوم ہے، اور وہ ہم سے جتنا سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں اتنا

کسی چیز پر نہیں کرتے۔ (ج ۱ ص ۲۸۸ رقم ۵۷۴)

اس متن کے تین شواہد اور بھی ہیں:

شاہد نمبر ۱:

امام احمد بن حنبل نے کہا:

”ثنا علي بن عاصم عن حصين بن عبد الرحمن عن عمر بن قيس
عن محمد بن الأشعث عن عائشة قالت ... استاذن رجل من اليهود
... ((إنهم لا يحسدونا على شئ كما يحسدونا... وعلى قولنا
خلف الإمام أمين))“

علی بن عاصم نے ہمیں حدیث بیان کی وہ حصین بن عبد الرحمن سے وہ عمر بن قیس
سے وہ محمد بن اشعث سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (مفہوم حدیث ہے) کہ نبی کریم ﷺ
نے فرمایا: کہ یہود ہمارے امام کے پیچھے آئین کہنے سے حسد کرتے ہیں۔
محمد بن الأشعث ”مقبول من الثانية ووهم من ذكره في الصحابة“
(التقریب: ۵۷۴۲)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔ (تہذیب التجذیب ۵۵/۹)
عمر بن قیس (الماصر ابو الصباح) ”صدوق ربما وهم ورمي بالإرجاء“ (التقریب: ۴۵۵۸)
محمد بن الأشعث کا شاگرد تھا۔ (تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۱۰۲۱)
جمہور علماء کے نزدیک وہ ثقہ تھا۔ (راجع التہذیب العسقلانی ۷/۳۳۰)
حافظ ذہبی نے فیصلہ کیا کہ وہ ”ثقة مرجي“ تھا۔ (الکاشف ج ۲ ص ۲۷۶)
لہذا حافظ ذہبی کی بات جمہور کے مطابق ہونے کی وجہ سے فیصلہ کن ہے۔
حصین بن عبد الرحمن السلمي ابو الهذيل الکوفی کتب ستہ کا راوی ہے ”ثقة تغير حفظه
فی الآخر“ (التقریب: ۱۳۶۹)

اس سے علی بن عاصم کی روایت سنن ترمذی میں ہے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ج ۶ ص ۵۲۱)
علی بن عاصم مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، بعض نے اس پر جھوٹ
بولنے کا الزام بھی لگایا مگر متعدد محدثین نے اسے سچا قرار دیا ہے۔

ابن حجر نے کہا: ”صدوق يخطئ ويصر ورمي بالتشيع“ روایت میں غلطی کرتا ہے

اور اس پر اصرار کرتا ہے۔ (التقریب: ۵۸: ۴۷)

علی بن عاصم، امام احمد بن حنبل کا استاد تھا اور ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: ”و کذا شیوخ احمد کلہم ثقات“ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۳)

حافظ ذہبی نے اسے ”الإمام العلم شیخ المحدثین مسند العراق“ قرار دیا (النبلاء ۹/ ۲۳۹) وہ قول راجح میں ضعیف ہے لیکن وہ اس حدیث کے ساتھ متفرق نہیں بلکہ سلیمان بن کثیر نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (ملاحظہ ہو اسنن الکبریٰ ۲/ ۵۶)

سلیمان بن کثیر کتب ستہ کا راوی ہے، اور جمہور کے نزدیک ”لابأس بہ“ ہے بلکہ غیر زہری میں ثبت ہے (التہذیب ۴/ ۲۱۶) اس کی یہ روایت غیر زہری سے ہے، لہذا یہ روایت علی بن عاصم کا قوی متابع ہے، بیہقی کی سند میں عمرو بن قیس ہے۔ واللہ اعلم

شاہد نمبر ۲:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”إن اليهود قد سئموا دينهم وهم قوم حسد ولم يحسدوا المسلمين على أفضل من ثلاث: رد السلام وإقامة الصفوف وقولهم خلف إمامهم في المكتوبة آمين“

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ حاسد لوگ ہیں۔ وہ جن اعمال پر مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں ان میں سے افضل ترین یہ ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) صفوں کو قائم کرنا (۳) اور ان کا فرض نمازوں میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۲۸، ۳۲۹ وقال المنذرى: رواه الطبرانی في الاوسط باسناد حسن. قال البيهقي في

مجمع الزوائد ۲/ ۱۱۳، رواه الطبرانی في الاوسط ۴۰۷ و اسنادہ حسن)

اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(حافظ منذری اور حافظ بیٹھی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں۔ ”اور اپنے وقت میں اگر علامہ بیٹھی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی“ (احسن الکلام ۲۳۳/۱ حاشیہ ۲ بار دوم)

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ (آمین بالجبر سے انھیں چڑ ہے ورنہ اگر دل میں آمین کہی جائے تو انھیں معلوم کیسے ہوگا اور ان کا حسد کرنا کیسا؟)

شاہد نمبر ۳:

خطیب بغدادی نے تاریخ (۴۳/۱۱) اور ضیاء المقدسی نے ”المختارۃ“ (۵/۱۰۷ ح ۱۰۹، ۱۷۳۰) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (الفاظ خطیب کے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْيَهُودَ لِيَحْسَدُوا نَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالْأَمِينِ)) بے شک یہود تم سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔

اس کے سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں لہذا اس کی سند صحیح ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ نبی ﷺ کا آمین بالجبر کہنا متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔ مانعین کے پیش کردہ دلائل، غیر صریح، مبہم، معلول، ضعیف اور بلا سند ہیں لہذا صحیح و متواتر احادیث کے مقابلے میں مردود و باطل ہیں۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

۱ بعض لوگوں نے کہا: ”آمین دعاؤ ذکر ہے اور دعاؤ ذکر میں اصل اخفاء ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾

اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں

کو دوست نہیں رکھتے۔ (اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۵۱، ۵۲)

جواب:

(۱) آیت ادعوا ربکم إلخ کے معنی ہمارے علم کے مطابق آج تک کسی مستند مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کئے (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جوزی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ دیکھ لیجئے۔ نیز ملاحظہ ہو (الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین ۸۷/۱) لہذا یہ مفہوم جدید اختراع اور خانہ زاد ہے۔

(۲) حکم آمین اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ اور مخصوص ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آمین بالجہر کہی ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی بات قرآن کی آیت کے مفہوم کے تعین میں حجت ہے۔ اس آیت کے مفہوم سے اور بھی کئی دعائیں مستثنیٰ ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے:

”فلما قضی النبی ﷺ صلوٰتہ ثم دعا علیہم.....“ (کتاب الجہاد باب ما لقی النبی من اذی المشرکین ح ۱۰۷/۱۷۹۳) اور صحیح مسلم میں ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”فسمعتہ یقول: رب قنی عذابک إلخ“

(کتاب الصلوٰۃ باب استجاب یمین للإمام ح ۹۲/۷۰۹)

(۳) بدلیل آیت ادعوا ربکم إلخ اہل الرائے کے نزدیک ہر دعا کو اگر خفیہ پڑھنا لازم آتا ہے تو وہ خود اس آیت کے خود ساختہ مفہوم کے خلاف بلند آواز میں کیوں دعائیں کرتے ہیں؟ مثلاً جہری نماز میں فاتحہ بالجہر پڑھتے ہیں جو دعا ہے۔

☆ فرضوں کے بعد اونچی آواز سے دعا کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر ان کے مقتدی اونچی آواز میں آمین بھی کہتے ہیں۔

☆ رائے وند میں تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے دعا کی جاتی ہے جس میں شمولیت کے لئے لوگ شد رحال کر کے آتے ہیں۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

(۴) ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے جو دعا خفیہ کی ہے وہ خفیہ کرنی چاہیے اور جو بالجبر کی ہے وہ بالجبر کرنی چاہیے۔ چونکہ آمین آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ سے ثابت ہے لہذا آمین بالجبر کہنی چاہئے قرآن مجید کے عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ (الاحکام للامامی ۲/۳۳۷)

بلکہ آمین بالجبر کی جو روایات ہم نے رسول اللہ ﷺ و صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش کی ہیں ان کی روشنی میں امام مسلم رحمہ اللہ نے فیصلہ فرمایا:

قد تواترت الروایات کلھا ان النبی ﷺ جہر بآمین

ساری متواتر احادیث سے ثابت ہے، کہ نبی ﷺ آمین بالجبر کہتے تھے۔

(التمیز قلمی ص ۹۱ امام مسلم رحمہ اللہ)

(اور متواتر احادیث کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص سب کے نزدیک جائز ہے۔)

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث دونوں بیک وقت حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ قرآن و حدیث ایک دوسرے کی تشریح و تبیین کرتے ہیں اور ان میں الحمد للہ ذرہ برابر بھی تضاد نہیں۔

(۵) بعض لوگوں نے حافظ ابن حزم اندلسی سے نقل کیا ہے کہ ”سفیان ثوری و امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین سر اُکھے“ (دیکھئے اظہار التحسین ص ۳۰)

جواب:

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ (النبلاء ۱۸/۱۸۵)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ (الکاشف ۱/۳۰۱)

لہذا یہ بلا سند بات کالعدم کے حکم میں ہے، جب سفیان ثوری کا مذہب اخفاء آمین ان سے باسند صحیح ثابت نہیں تو ان کی روایت کردہ حدیث (جس میں وہ منفرد بھی نہیں اور بالجبر کی

صراحت بھی ہے) کے مطابق ان کا عمل ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔
 (۶) بعض لوگوں نے منطقی موشگافیاں کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”قارئین کرام یہاں بھی قولوا کا صیغہ مطلق ہے، یہاں بھی جبر ربنا لک الحمد کا کیا جائے حالانکہ بالاتفاق اس کو پوشیدہ پڑھا جاتا ہے۔“ (اعلہا التحسین ص ۷۶)

جواب:

اتفاق کا دعویٰ صحیح نہیں ہے بلکہ ربنا لك الحمد جہر سے پڑھنا بھی صحیح ہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں:

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں ربنا لك الحمد إلخ کہا تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا: ابھی بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا: میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا ایک دوسرے پر جلدی کر رہے تھے کہ اس عمل کو پہلے کون لکھے۔ (۱۰۲/۱، دارمی ص ۱۵۵، نسائی ۱۷۲/۱، طحاوی ۱۳۱/۱)
 یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ربنا لك الحمد بالجہر بھی جائز ہے۔

(۲) امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: ”نا معتمر عن أيوب عن الأعرج سمعت أبا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد“ (مصنف مطبوع ۱۲۳۸/۱ اور مصنف قلمی ج ۱ ص ۱۷۱) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اونچی آواز کے ساتھ اللہم ربنا ولك الحمد کہتے تھے۔ (اس کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی کتب ستہ کے راوی ہیں اور بالا جماع ثقہ ہیں) ہمارے شیخ الاستاذ ابو محمد بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ (اردو میں) لکھا ہے جس کا نام ہے۔ ”نشاط العبد بجہر ربنا ولك الحمد“ تفصیل کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ کریں۔

(۷) بعض لوگوں نے الدولابی کی کتاب الکافی (۱/۱۹۶) سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نقل کیا کہ ”ما رأيته الا ليعلمنا“ میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ آپ نے

ہمیں تعلیم دینے کے لئے ایسا کیا۔ (اظہار التحسین ص ۱۰۷) اور اس سند کے ایک راوی یحییٰ بن سلمہ بن کہیل کے بارے میں ابن خزیمہ، ابن حبان اور الحاکم سے ثقہ وغیرہ ہونا نقل کیا۔
جواب:

یہ راوی محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک ضعیف ہے:

(۱) ابن معین نے کہا: ”ضعیف الحدیث، لیس بشی“

(دنی رویۃ العقلی لا یکتب حدیثہ)

(۲) ابو حاتم نے کہا: ”منکر الحدیث لیس بالقوی“

(۳) بخاری نے کہا: ”فی حدیثہ منا کبر..... منکر الحدیث“

(۴) ترمذی نے کہا: ”یضعف فی الحدیث“

(۵) نسائی نے کہا: ”لیس بثقة، متروک الحدیث“

(۶) ابن نمیر نے کہا: ”لیس ممن یکتب حدیثہ“

(۷) دارقطنی نے کہا: ”متروک ضعیف“

(۸) العجلی نے کہا: ”ضعیف الحدیث وکان یغلو فی التشیع“

(۹) ابن سعد نے کہا: ”کان ضعیفاً جداً“ (تہذیب التہذیب ۱۱/۱۹۷)

(۱۰) یعقوب بن سفیان نے اس باب میں ذکر کیا جن کی روایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور کہا:

”و کنت أسمع أصحابنا يضعفونهم“ ابو عبیدہ آجری نے ابو داؤد سے نقل کیا:

”لیس بشی“ (ملخصاً از تہذیب التہذیب ۱۱/۲۲۵)

(۱۱) حافظ ذہبی نے کہا: ”ضعیف“ (الکاشف ۳/۲۲۶)

(۱۲) ابن حجر نے کہا: ”متروک وکان شیعياً“ (التقریب ۷۵۶:۷۵۷)

(۱۳) بیہقی نے کہا: ”ضعیف، وثقہ ابن حبان“ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۹)

(۱۴) ابن عدی نے کہا: ”مع ضعفه یکتب حدیثہ“ (الکامل ج ۷ ص ۲۶۵۵)

- (۱۵) ابن المبارک نے کہا: ”ضعیف“ (الضعفاء للعقيلي ۴/۳۰۵)
- (۱۶) العقيلي نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (الضعفاء الکبير ۴/۳۰۵)
- (۱۷) جوزجانی نے اسے ”ذاهب الحديث“ کہا۔ (راجع احوال الرجال ص ۶۲ رقم ۶۰-۶۱)
- (۱۸) ابن جوزی نے اسے ”کتاب الضعفاء و المتروکين“ میں ذکر کیا۔ (۱۹۶/۳ رقم ۳۷۲۰)
- (۱۹) بیہقی نے کہا: ”رواه ابن خزيمة محتجابه ويحي بن سلمة فيه ضعف“ (السنن الکبریٰ ۹/۲۸۵)
- (۲۰) ابن الترمذی حنفی نے بھی یحییٰ بن سلمہ پر سخت جرح نقل کی۔ (الجوهر النبی ۳/۳۰۱)
- (۲۱) ابوزرعہ رازی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۶۹ رقم ۳۶۰)
- (۲۲) ابونعیم الاصبہانی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے کہا: ”عن أبيه في حديث مناكير“ (الضعفاء ص ۶۲ رقم ۲۷۴)
- ان علماء کے مقابلے میں، ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور پھر تعارض کا شکار ہوتے ہوئے اسے اپنی کتاب ”المجروحین والمحدثین والضعفاء والمتروکين“ (۱۱۲/۳) میں ذکر کیا اور ان الفاظ کے ساتھ سخت جرح کی:
- ”منكر الحديث جداً يروي عن أبيه أشياء لا تشبه حديث الثقات كأنه ليس من حديث أبيه فلما أكثر عن أبيه مما خالف الأثبات بطل الاحتجاج به فيما وافق الثقات“
- اور ابن معین سے نقل کیا ”وكان يحدث عن أبيه أحاديث ليس لها أصول“
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ بتایا ہے کہ اگر ابن حبان ایک ہی شخص کو کتاب الثقات اور کتاب الضعفاء دونوں میں ذکر کریں تو: ”فتساقط قولاه“ ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۲)

لہذا یحییٰ بن سلمہ کے سلسلہ میں بھی ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ حاکم اور امام ابن خزیمہ کی بات جمہور محدثین کے مقابلے میں مردود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے متعدد راویوں سے اپنی صحیح میں استدلال و احتجاج کیا ہے مثلاً مولیٰ بن اسماعیل اور محمد بن اسحاق وغیرہ مگر اہل الرائے ان کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے مگر جب جمہور کے خلاف ان کا شاذ قول ہو تو ان کے نزدیک حجت بن جاتا ہے۔ ﴿تِلْكَ إِذَا قَسَمْتُ ضِيزَى﴾

۸) حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حالانکہ اس کی سند میں ابراہیم بن ابی الیث کذاب و ضاع واقع ہے.....“

(اظہار التحسین ص ۱۴۴)

اور اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”..... سفیان ثوری سے یہ روایت کئی شاگرد نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:.....“

۵) حضرت امام عبید اللہ بن عبد الرحمن الاشجعی اپنے استاد حضرت سفیان ثوری سے ”یمدبھا صوتہ“ نقل فرماتے ہیں۔ (دیکھئے سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۷)

..... یہ چھ شاگرد خود بھی بلند پایہ امام ہیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاد بھی ہیں..... اور بڑے ثقہ بھی ہیں یہ سب مدبھا صوتہ یا یمدبھا صوتہ کے الفاظ نقل کرنے پر متفق ہیں۔“

(اظہار التحسین ص ۱۵۰)

نقاب کشائی

واضح رہے سنن بیہقی (المعروف بالسنن الکبریٰ ۲/ ۵۷) میں الاشجعی کی روایت ابراہیم بن ابی الیث سے ہی ہے، جسے ڈیروی اپنی کتاب کے ص ۱۴۴ پر کذاب و ضاع قرار دے چکے ہیں، پھر اسی کذاب و ضاع کی روایت سے باہر شان و شوکت استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد صرف عوام المسلمین کو دھوکا دینا ہے۔ ورنہ ایک شخص کو خود کذاب تسلیم کرنے کے بعد اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ان دوغلی چال چلنے والوں کو کیا اس بات کی فکر نہیں ہے کہ قیامت کے دن رب کائنات کے دربار میں ان کا کیا جواب ہوگا؟ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ ڈیروی صاحب اور ان جیسے اہل الرائے کی کتابوں و ”تحقیقات“ کا یہی حال ہے ان کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔ جو راوی مرضی کے مطابق ہے وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے کذاب و ضعیف ہی قرار دیا ہو اور جو راوی مرضی کے خلاف ہو وہ کذاب و متروک ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے ثقہ و صدوق ہی قرار دیا ہو۔ بعض جگہ جب مرضی ہو تو قرآن مجید پیش کر کے صحیح احادیث کو خبر واحد اور ظنی الثبوت وغیرہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ قرآن و صحیح حدیث میں جمع تطبیق و توفیق نہیں دی جاتی اور جب مرضی ہوتی ہے موضوع و ضعیف روایات کی بدولت قرآن مجید کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ سب کارروائیاں خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ میں نے یہ چند فقرے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں لکھے بلکہ ان اہل الرائے کی دھاندلیوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

☆ ظفر احمد تھانوی عثمانی دیوبندی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے ”اعلاء السنن“ شیخ عدا ب محمود الحمش العربی اپنی کتاب ”رواة الحديث“ میں ص ۲۷ پر لکھتے ہیں:

”طبع هذا الكتاب مع مقدماته الثلاثة في واحد وعشرين جزءاً وفي هذا الكتاب بلایا و طامات مخجلة“ یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور کتاب میں بلائیں اور شر مندہ کن مصیبتیں ہیں۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے ص ۶۱ وغیرہ پر تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضرب نہیں ہے۔ اور اسی جلد ص ۱۳۱ پر ”عن يحيى بن سباق عن رجل من آل الحارث عن ابن مسعود.....“ إلخ کو ”ففيه رجل مجهول فلا يحتج به“ کہہ کر رد کر دیا ہے۔ (نیز دیکھئے ج ۴ ص ۱۰۳)

☆ سرفراز خان صفدر دیوبندی اپنی کتاب (احسن الکلام ۷۰/۲) میں محمد بن الحنفیہ کو

کذاب کہتے اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب (تسکین الصدور طبع اول ص ۱۹۱) میں سماع موتی کے سلسلہ میں (مستدرک ۲/۵۹۵) سے ایک حدیث پیش کر کے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث کا دار و مدار محمد بن اسحاق ہی پر ہے۔ وہ اسے ”صحیح روایت“ قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ (دیکھئے توضیح الکلام ۱/۲۹۰) نیز دیکھئے ”سماع الموتی“ (ص ۲۸۸، ۲۸۹)

☆ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب نور الصباح کے مقدمہ ص ۱۸ بترقی طبع دوم، میں ابن جریج پر سخت جرح کی ہے۔ اور اپنی اسی کتاب کے ص ۲۲ پر اسی ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے، بلکہ ص ۲۲۲ پر اسے ”ثقة ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے....“ قرار دیا ہے۔ ڈیروی صاحب نے ص ۲۲۲ پر حجاج بن ارطاة کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث قرار دیا ہے اور اسی کتاب کے ص ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاة کی روایت کو پیش کر کے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ (راجع مجمع الزوائد ۲/۱۰۱)

مختصر یہ کہ اس قوم کا اوڑھنا بچھونا ہی تقلید پرستی، مغالطہ دہی اور دھوکا بازی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اور بے اصولیوں سے بچائے۔

اگر کوئی شخص میری اس کتاب میں غلطی اور وہم کی نشاندہی کر دے تو میں اس کا شکریہ ادا کر کے علی الاعلان رجوع کروں گا۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۳/۱۱/۱۹۸۹ء بروز جمعرات)

(مراجعة الطبعة الثانية ۱۵ ستمبر ۲۰۰۶ء)

www.ircpk.com

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ahlulhadeeth.net

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”حدیث اور اہلحدیث“
کتاب کے رسالے ”اخفاء التامین“
کا مکمل جواب

[دیوبندی بنام دیوبندی]

www.ircpk.com

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ahlulhadeeth.net

دیوبندی بنام دیوبندی

”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب کے رسالے ”اخفاء التامین“ کا مکمل جواب دیوبندی کتابوں کی رو سے پیش خدمت ہے۔ والحمد للہ

دیوبندی (۱):

اخفاء التامین نمازیں آئیں آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے

فتاویٰ اللہ تعالیٰ ”فَتَدْرُجُ حَبِيبَتُكَ دَعْوَتُكَ“ (تقریباً ۸۹:۱۰۰)
برہن ہدیہ و ما تہادی۔

اخرج ابو الشیخ عن ابی مریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عند قتال کان موسیٰ علیہ السلام اذا دعنا
آمنن ہارون علما وعامہ یقول آمین
ابراہیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام جب دعا کرتے تو ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸)

جواب: یہ روایت الدر المنثور (ج ۳ ص ۳۱۵) میں ”واخرج ابو الشیخ“

کی سند کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ”اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔“

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، طبع دوم، اثر سعید بن المسیب)

محمد حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے کہا: ”حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔“

(اظہار التحسین ص ۱۷۳، طبع ۱۹۸۴ء)

تنبیہ: ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب اس مفہوم کی روایت مصنف عبدالرزاق (ج ۲ ص ۹۹)

ح ۲۶۵) میں ”بشر بن رافع عن ابی عبد اللہ عن ابی ہریرہ“ کی سند سے موجود ہے۔ بشر بن

رافع کے بارے میں حبیب اللہ ڈیروی نے کہا: ”وضاع ہے یعنی حدیث اپنی طرف سے

گھڑنے والا“

(اظہار التحسین ص ۱۳۲) اور ابو عبد اللہ کے بارے میں کہا: ”مجهول ہے“ (اظہار التحسین ص ۱۳۳)

دیوبندی (۲):

أَخْرَجَ ابْنُ جَبْرِ عَنْ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ كَانَ هَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ
أَمِينَ فَمَتَّعَ اللَّهُ قَتْدَ اجْبِيتَ دَعْوَتِكَمَا فَصَارَ
الْمُتَامِينَ دَعْوَةَ صَارِشْرِيكَ فِيهَا -

(الدر المنثور في التفسير المأثور ۲ ص ۳۱۵)

ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ
ہارون علیہ السلام (چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر) آمین کہتے تھے
اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَتْدَ اجْبِيتَ دَعْوَتِكَمَا
قبول ہو چکی دعا تمہاری لہذا آمین کہتا بھی دعا ہوا جس میں ہارون
علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک سمجھے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸)

جواب: ”ابن زید رضی اللہ عنہ“ والی روایت الدر المنثور (۳/۳۱۵) میں بحوالہ ابن جریر مذکور
ہے۔ تفسیر ابن جریر (۱۱/۱۱۱) میں یہ روایت درج ذیل سند سے موجود ہے۔ ”حدیثی
یونس قال: أخبرنا ابن وهب قال قال ابن زيد: كان هارون يقول آمين“ إلخ
یونس سے مراد ابن عبد الاعلیٰ، ابن وهب سے مراد عبد اللہ بن وهب، اور ابن زید سے مراد
عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۶۷)
عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں محمد بن علی النیموی نے کہا:
”هو ضعيف“ وہ ضعیف ہے۔ (آثار السنن ص ۱۹۲ حاشیہ حدیث نمبر ۵۸۶)

دیوبندی حضرات آثار السنن اپنے مدارس میں پڑھاتے ہیں، یہ ان کی ”مستند“ کتاب ہے۔
(دیکھئے مقدمہ: توضیح السنن ج ۱ ص ۶۳، ۶۵)

معلوم ہوا کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم صحابی نہیں بلکہ ضعیف راوی ہے لہذا اس کے نام کے
ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ لکھنا اردو دان طبقے کو دھوکا دینا ہے۔

دیوبندی (۳):

عَنِ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَيْتُ آمِينَ فِي الصَّلَاةِ وَعِنْدَ الدُّعَاءِ
لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُوسِيً
كَانَ مُوسَى يَدْعُو وَهَارُونَ يُؤَمِّنُ فَخُفِّقُوا
الدُّعَاءَ بِآمِينَ هَذَا اللَّهُ يَسْتَجِيبُ لَكُمْ -

تفسیر القرآن حکیم لہم ابن عمر رضی اللہ عنہما
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مجھے آمین عطا کی گئی ہے۔ نماز میں بھی اور دُعا کے وقت بھی
یہ کہتے ہیں کہ آمین کہ نہیں ملی سوائے مولا علیہ السلام کے کہ
وہ دُعا مانگتے تھے اور انہوں نے علیہ السلام آمین کہتے تھے لہذا تم
میں دُعا کر آمین کے ساتھ نہ کہ آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دُعا کو
قبول فرمائیں گے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸، ۳۶۹)

جواب: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۳۴) میں بلا سند مذکور ہے۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر میں یہ روایت نہیں ملی۔ تاہم المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (ج ۱ ص ۱۲۳ ح ۴۵۰) میں یہ روایت موجود ہے۔ المطالب کے محشی حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی نے کہا:

”ضعف البوصيري إسنادہ لضعف زربي بن عبد الله، قال : ورواه ابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته“ وقال : ”إن ثبت الخبر“ اگر (یہ) خبر ثابت ہو تو؟ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶)

بوصیری نے اس سند کو زربی بن عبد اللہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا اور فرمایا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا اور اس کے ثبوت میں تردد کیا۔ (حاشیہ نمبر ۳) صحیح ابن خزیمہ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶) والی سند میں زربی بن عبد اللہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خبر امام ابن خزیمہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۴): متال عطاء آمین دعاء حضرت عطار بن ابی رباحؓ فرماتے ہیں کہ آمین دُعا ہے۔ (ص ۳۶۹)

جواب: صحیح بخاری کے اسی صفحے (۱/۷۰ قبل ح ۷۸۰) پر لکھا ہوا ہے: وقال عطاء: ”آمین دعاء آمن ابن الزبير ومن وراءه حتى إن للمبجد للجنة“ ابن الزبير نے فرمایا کہ آمین ایک دعا ہے ابن الزبير اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے، آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔

(صحیح بخاری مترجم ج ۱ ص ۳۹۱، ترجمہ ظہور الباری اعظمی دیوبندی)

بعض الناس نے اس اثر میں ”امن ابن الزبير“ سے لے کر آخر تک چھپا لیا ہے۔ اس مکمل قول سے معلوم ہوا کہ آمین ایسی دعا ہے جو جہراً کی جاسکتی ہے۔ رائے و نڈ کے تبلیغی اجتماع میں لاؤڈ سپیکر پر اونچی دعا کرنے والوں کو اس دعوے سے شرم کرنی چاہئے، کہ ہر دعا خفیہ ہی ہوگی، جہراً نہیں ہوگی۔

دیوبندی (۵):

روى المصطفى بن مجاهد و جعفر الصادق و هلال بن يساف ان اسم من اسماء الله تعالى - (تفسير القرآن العظيم ۱ ص ۱۷۱)

امام قرطبی نے حضرت مجاہد، امام جعفر صادق اور ہلال بن یساف رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

قال الله تعالى وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَقُولُ وَنَحْنُ نَعْتَمُّ وَذُنُوبُ الْجَاهِلِينَ الْقَوْلُ - الآية ۴ : ۲۵
اور یاد کرنا کہ اپنے رب کو اپنے دل میں گھڑنا ہوا اور دُعا ہوا اور ایسی آواز سے کہ پکار کر بولنے سے کم ہو۔ (ص ۳۶۹-۳۷۰)

جواب: مجاہد، جعفر الصادق اور ہلال بن یساف کے اقوال تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۱۲۸) میں بلا سند اور ”روی“ کے صیغہ تخریض سے منقول ہیں۔

یاد رہے کہ سلام (السلام علیکم) بھی اسم من اسماء اللہ (اللہ کے ناموں میں سے ایک نام) ہے دیکھئے صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ (قبل ج ۶۲۳۰) کیا خیال ہے؟ السلام علیکم بھی دل میں کہنا چاہئے۔

اس کے بعد بعض الناس کی ذکر کردہ روایات پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

دیوبندی (۶):

عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلتنا يمتول لا تبادروا الامام اذا كبرتم تنكبوا واذا قال ولا اضالين فمتولوا آمين واذا ركع فنادكعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد - (مسلم ۱ ص ۱۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا للک الحمد کہو۔ (ص ۳۷۰)

جواب: سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب کیف الاستئذان ج ۵۱۷) کی ایک حدیث میں ہے کہ: نبی ﷺ نے کسی غیر کے گھر میں داخل ہونے والے کو حکم دیا: قل: السلام علیکم، أَدْخِلْ؟ کہو السلام علیکم، کیا میں اندر آ جاؤں؟ قولوا آمین کی طرح قل: السلام علیکم ہے، کیا خیال ہے؟ دوسرے آدمی کے گھر میں جانے والا آدمی دل میں خفیہ السلام علیکم کہے گا تا کہ گھر والا سن نہ لے۔ (!) دیوبندی (۷):

۲ عن ابی موسیٰ الاشعری (فی حدیث طویل) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا شئنا وعلما صلواتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم بشم لیؤمشکم احدکم فاذا اکبر فکبروا واذا قال عنی المفضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ الحدیث - (مسلم ۵۱۷۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اس میں آپ نے سننیں بیان فرمائیں اور نماز (یا جماعت) کا طریقہ سکھایا آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے صفیں قائم کرو، پھر تم میں سے ایک تمہاری امامت کرے جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ عنی المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔ (ص ۳۷۰-۳۷۱)

جواب: دیکھئے حدیث نمبر ۱

دیوبندی (۸):

۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قتال العتاری عن غیر المفضوب علیہ ولا الضالین فقتال من خلفہ آمین فتوافق قتلہ فتول اصل السماء وغفر له ما تقدم من ذنبہ۔ (مسلم ۱ ص ۱۷۷)
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرابت کرنے والے (امام) نے غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہا، اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ص ۳۷۱-۳۷۲)

جواب: یہ آمین بالجبر کی دلیل ہے، سیدنا ابو ہریرہؓ سے اس مفہوم کی ایک روایت کے آخر میں امام السراج نے امام ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے:
(کان رسول اللہ ﷺ إذا قال ولا الضالین جهر بآمین)
رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین کہتے تو جہر سے آمین کہتے۔
(کتاب السراج ص ۳۵ ب قلمی مصور، وفتح الباری ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۷۸۰)

دیوبندی (۹):

۴۔ عن ابی ہریرۃ قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قتال الامام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین فقتلوا آمین فقتلوا الملائکۃ فقتلوا آمین وان الامام یقتول آمین فمن وافق تاسیئہ تاسیئہ الملائکۃ وغفر له ما تقدم من ذنبہ۔ (مسند احمد ۲ ص ۱۳۳، سنن ابی داؤد ۱ ص ۱۷۷، سنن ابی یوسف ۱ ص ۱۷۷)
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو پھر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے پس اس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ص ۳۷۲)

جواب: ((فقولوا آمین)) تم آمین کہو۔ (یہ آمین بالجبر کی دلیل ہے دیکھئے حدیث نمبر ۲)

دیوبندی (۱۰):

۵۔ عن الحسن بن سحرة بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا فحدث سحرة بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا اخرج من غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سحرة وابنكس عليه عمران بن حصين فكتبا في كتابهما في ابن كعب فكان في كتابه اليهما اوفى رده عليهما ان سحرة قد حفظ -
(ابوداود ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۷۹۷ والترمذي ج ۱ ص ۲۵۱ ح ۲۵۱)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت سحرة بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سحرةؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (غائبانہ) دوسرے ناموش بہت یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپؐ بخیر قرعہ کہہ چکے دوسرے جب آپؐ عنبر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوئے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پر چھنے کے لیے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سحرةؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔ (ص ۳۷۲-۳۷۳)

جواب: ”وسكتة إذا فرغ من غير المغضوب عليهم ولا الضالين“
دوسرا (سکتہ) جب آپؐ ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھ کر فارغ ہوتے تو کرتے۔ (بحوالہ ابوداود ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۷۹۷ والترمذی ج ۱ ص ۲۵۱ ح ۲۵۱)

ان دونوں روایتوں کی سند میں قنادہ راوی ہیں۔ اور روایت ”عن“ سے ہے۔ قنادہ کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ”اور قنادہ مدلس ہے۔“

(جزء رفع الیدین ص ۲۸۹ و تجلیات صفحہ ج ۳ ص ۳۱۸ طبع جمعیۃ اشاعۃ العلوم الخفیۃ فیصل آباد)

اگر مدلس راوی عنعنہ کرے (عن سے روایت کرے) تو اوکاڑوی نے کہا: ”بالا اتفاق ضعف کی دلیل ہے۔“ (جزء القراءۃ ص ۷۲ و تجلیات صفحہ ج ۳ ص ۹۳)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ”مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں وہ دوسرے طرق سے سماع برمحمول ہے۔“ (خزان السنن ج ۱ ص ۱)

دیوبندی (۱۱):

۶۔ عن وائل بن حجر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قُتِلَ عَنِ الْمُنْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالُوا آمِينَ وَخَفِيَ بِهَا صَوْتُهُ الْحَدِيثُ - (مسند احمد ۲ ص ۳۱۷)
حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ عَنِ الْمُنْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۷۳)

جواب: اس روایت کے بارے میں نیوی نے کہا: "وإسناده صحيح وفي متنه اضطراب" (آثار السنن ص ۱۲۳ ج ۳۸۴)
اور اس کی سند (بظاہر) صحیح ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے
نیوی نے مزید کہا:

"فعائته أن الحديث مضطرب لا يصح الاحتجاج لأحد الفريقين" "زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ (یہ) حدیث مضطرب ہے دونوں فریقوں میں سے کسی کے لئے (بھی) اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۱۲۵)
اصول حدیث کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔
دیوبندی (۱۲):

۷۔ عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعتهم حين قال عَنِ الْمُنْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالُوا آمِينَ وَخَفِيَ بِهَا صَوْتُهُ الْحَدِيثُ - (دار الفکر ۱ ص ۲۲۷)
حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے عَنِ الْمُنْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۷۳-۳۷۴)

جواب: یہ روایت بقول نیوی مضطرب ہے، دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۳):

۸۔ علفمجة بن واسئل یحدث عن واسئل وقتد سمعت من واسئل: انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرا عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قتال آمین خفض بها صوتہ الحدیث۔ (مذاہبہ فی تریب سدا علیہ السلام) (ص ۳۷۴)
حضرت علقمہ بن واسئل اپنے والد حضرت واسئل سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت واسئل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۴)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۴):

۹۔ عن علفمجة بن واسئل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قتال عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قتال آمین یخفض بها صوتہ (متحدک ماہ ۲ ص ۱۱۱)
حضرت علقمہ بن واسئل اپنے والد حضرت واسئل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب تک کہ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہتے ہوئے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔ (ص ۳۷۴-۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۵):

۱۰۔ علفمجة بن واسئل یحدث عن واسئل وقتد سمعت من واسئل انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرا عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قتال آمین خفض بها صوتہ الحدیث۔ (مذاہبہ فی تریب سدا علیہ السلام) (ص ۳۷۴)
حضرت علقمہ بن واسئل اپنے والد حضرت واسئل سے حدیث لعل کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت واسئل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۶):

۱۔ عن علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَمَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ - (ترمذی ج ۱ ص ۵۸)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) عَنِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب (ضعیف) ہے دیکھئے حدیث ۶:

دیوبندی (۱۷):

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۔ عن ابراهيم قال قال عمر اربع يُخَفِّينَ عَنِ الْأَسْمَاءِ الْقَوَّةَ وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَآمِينَ وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ (۱) اعوذ باللہ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللھم ربنا لک الحمد۔

جواب: کنز العمال (۲۴۸/۸ ج ۲۸۹۳) میں یہ روایت بحوالہ ابن جریر مذکور ہے۔ یہ روایت بلا سند ہے۔ ابن جریر کی کتاب (تہذیب الآثار مسند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) میں یہ روایت نہیں ملی۔ ابراہیم (النخعی) ۳۷۵ یا ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۱۴ ج ۳۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (خلفائے راشدین ص ۷۷ تصنیف: عبدالشکور فاروقی لکھنوی) لہذا یہ بے سند روایت منقطع بھی ہے۔

دیوبندی (۱۸):

۲۔ روئی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال
يخفى الامام اربعاً التقوذ وبسم الله الرحمن
الرحيم و آمين و ربنا لك الحمد -

(البنایہ فی شرح الہدایۃ ص ۲۷۶)

حضرت ابو معمر (حضرت ابراہیم غفرلہ کے اساتذہ) حضرت عمر رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں
کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین
(۴) ربنا لك الحمد - (ص ۳۷۶)

جواب: البنایہ فی شرح الہدایۃ للنعیمی (ج ۲ ص ۲۲۶) میں یہ روایت بلا سند ہے۔

دیوبندی (۱۹):

۳۔ وروينا عن عبد الرحمن بن ابی لیلى ان
عمر بن الخطاب قال يخفى الامام اربعاً التقوذ
وبسم الله الرحمن الرحيم و آمين و ربنا لك
الحمد (محل ابن حزم ۲ ص ۲۷۶)

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبد الرحمن بن ابی لیلى
سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو
آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا
لك الحمد - (ص ۳۷۶-۳۷۷)

جواب: محلی ابن حزم (ج ۳ ص ۲۴۹ مسئلہ ۳۶۳) میں یہ روایت بلا سند مذکور ہے۔

دیوبندی (۲۰):

۴۔ عن ابی وائل قال کان عمرو علی لا یجهران
لبسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا
بالتامين ، (شرح معانی الآثار ص ۱۷۱ ج ۱ ص ۱۷۱)
ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ
اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز
سے کہتے تھے - (ص ۳۷۷)

جواب: اس روایت کے بارے میں محمد بن علی النیموی نے کہا:

”رواه الطحاوي وابن جرير، وإسناده ضعيف“ اسے طحاوی اور ابن جریر نے

روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن ج ۳ ص ۳۸۵)

دیوبندی (۲۱):

۵۔ عن ابی واصل قال لم یکن عمرو علی یجهران
بسم الله الرحمن الرحیم ولا بآمین۔

(الجوہر النقی ۱ ص ۲۸)

حضرت ابو داؤد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ
اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے سنتے تھے۔

(ص ۳۷۷)

جواب: الجوہر النقی (نسخہ ج ۲ ص ۲۸) میں یہ روایت (ابن جریر) الطبری کی
تہذیب الآثار سے منقول ہے جسے نیوی نے ”اسنادہ ضعیف“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق ص ۴)
اس کے راوی ابوسعید بن المرزبان البقال کے بارے میں نیوی نے کہا:
”ضعفه غیر واحد“ اسے ایک سے زیادہ (محدثین) نے ضعیف کہا ہے۔ (تعلیق آثار السنن ص ۱۲۹)

دیوبندی (۲۲):

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶۔ عن ابی واصل قال کان علی وابن مسعود لا یجهران
بسم الله الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔

(معجم طبرانی ۱ ص ۲۸)

حضرت ابو داؤد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے
اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۷-۳۷۸)

جواب: المعجم الکبیر للطبرانی (نسخہ ج ۲ ص ۲۸/۳۰) میں ابوسعید البقال ہے جس کی وجہ
سے نیوی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق ص ۴)

دیوبندی (۲۳):

۷۔ عن علقمة والاسود کلہما عن ابن مسعود

قال یخفی الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله

الرحمن الرحیم وآمین۔ (علی بن حزم ۲ ص ۲۸)

حضرت علقمةؓ اور اسودؓ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔ (ص ۳۷۸)

جواب: الکحلی لابن حزم (ج ۳ ص ۲۳۹ مسئلہ ۳۶۳)

اس کا راوی ابو حمزہ میمون الاغور القصاب الکوفی ہے، وهو ضعیف متروک الحدیث (الکحلی، حاشیہ حوالہ مذکورہ)

میمون ابو حمزہ کے بارے میں زیلعی حنفی نے کہا:

”قال الدارقطني: أبو حمزة هذا ميمون وهو ضعيف الحديث، قال

ابن الجوزي في التحقيق: وقال أحمد: هو متروك، وقال ابن معين:

ليس بشئ، وقال النسائي: ليس بثقة“ (نصب الراية ج ۲ ص ۳۷۳)

دیوبندی (۲۴):

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے اور فتویٰ
بھی آئین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ من ابراہیم قال خمس یخمنین سبحانک
اللہم وبحمدک والتعوذ وبسم اللہ الرحمن
الرحیم و آمین واللہم ربنا لک الحمد۔
(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۳)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں
(۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴)
آمین (۵) ربنا لک الحمد۔ (ص ۳۷۸)

جواب: اس کا راوی سفیان (بن سعید الثوری) ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۵۹ و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۸)

سفیان الثوری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: ”سفیان مدلس، علاء بن صالح شیعہ،

محمد بن کثیر ضعیف ہے“ (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۳۱ طبع اول ستمبر ۱۹۹۴ء)

دیوبندی اصول سے یہ روایت ضعیف ہے، اگر امام بخاری کے کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے

سفیان عن منصور کو قوی قرار دیا جائے تو یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے جس کا تعلق مقتدیوں سے

نہیں بلکہ صرف امام سے ہے، اور احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین کے خلاف

ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۲۵):

۹۔ عن ابراهيم قال اربع يخفين الامام
بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذه والأمين
واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا
لك الحمد - (مصنف عبدالمناق ج ۲ ص ۵۵ و
مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۳)

حضرت ابراہیم غفرلہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز
سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع
اللہ لمن حمده، کے بعد ربنا لك الحمد۔ (ص ۳۷۸-۳۷۹)

جواب: اس کا راوی حماد بن ابی سلیمان مغلط ہے، حافظ بیہمی نے کہا:

”ولا يقبل من حديث حماد إلا مارواه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري

والدستوائي ومن عدا هؤلاء روى عنه بعد الإختلاط“

حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں شعبہ، سفیان ثوری
اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس کے اختلاط کے
بعد روایت لی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

روایت مذکورہ میں اس کا شاگرد معمر (بن راشد) ہے۔ دوسری روایت (ابن ابی شیبہ
ج ۸ ص ۸۸) میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۶۸ تصنیف: انور شاہ کشمیری دیوبندی)
حافظ بیہمی کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے کہا: ”اور اپنے وقت میں اگر علامہ بیہمی کو
صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۳ طبع دوم)
نیز دیکھئے تسکین الصدور (ص ۲۳۲، ۲۳۵)

دیوبندی (۲۶):

۱۰۔ عن ابراهيم انه كان يُسِرُّ آمين -
(مصنف عبدالمناق ج ۲ ص ۵۳ و
حضرت ابراہیم غفرلہ سے مروی ہے کہ وہ آمین سرسراکتے تھے۔
(ص ۳۷۹)

جواب: اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ابراہیم (نخعی) کب خفیہ (سراً) آمین کہتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے باہر؟ اگر نماز میں تو پھر جہری نماز میں سرّاً کہتے تھے یا سری نماز میں؟ یہ عین ممکن ہے کہ اس اثر سے مراد یہ ہو کہ ابراہیم نخعی سری نمازوں میں سرّاً آمین کہتے تھے۔

تابعین کے بارے میں دیوبندیوں کی پسندیدہ کتاب ”تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان“ میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ”اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں“ (ص ۲۴۱) اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔
دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ خود تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

دیوبندی (۲۷):

حضرت امام شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی ہی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے
۱۱۔ قتال الطبری وروی ذالف عن ابن مسعود
وروی عن المنخعي والشمسي وابراهيم المشي
كانوا يخطون بآمين - (الجزء ۲ ص ۲۵)
امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے
بھی یہ مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ
اور ابراہیم نخعیؒ ہی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: الجوہر النقی میں الطبری کے یہ سارے حوالے بے سند اور ”روی“ کے صیغے سے مذکور ہیں۔

دیوبندی (۲۸):

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسکب بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہنے کا ہے
۱۲۔ وقتال سفیان الثوری وابو حنیفہ متولھا
الاسلم سئلوا فی قتلیہ عن من الخطاب
وابن مسعود رضی اللہ عنہما - (الجزء ۲ ص ۳۷)
حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام
ابن مسعودؓ اس میں انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ
بن مسعودؓ کی تطبیق ہے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: اٹکلی کے مصنف حافظ ابن حزم کی پیدائش، سفیان ثوری اور ابو حنیفہ کی وفات کے بعد ہوئی ہے لہذا یہ سارے حوالے بے سند ہیں۔

دیوبندی (۲۹):

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں اہل سنت و آواز سے آئیں گے

اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابراہیم قتال
اربع یخافون یمن الامام سبھا تک اللهم و یمن
والنقوذ من الشیطان الرجیم و بسم الله الرحمن
الرحیم و آمین قتال محمد و بسم الله خذوه
قول اہل حنیفۃ۔

(کتب آثار امام ابو حنیفہؒ بدایت امام محمد مسلک)
(امام محمد فرماتے ہیں، ہمیں غمزدی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بہت
عزیز ہے امام محمدؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو بہت
آواز سے کہے (۱) سبھا تک اللهم و یمن (۲)
اعوذ بالله (۳) بسم الله (۴) آمین۔ امام محمد فرماتے
ہیں اسکا کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا۔
(ص ۲۸۰)

جواب: کتاب الآثار کے مصنف محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”جہمی کذاب“ (لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۳، کتاب الضعفاء للعقلمی ۵۲۳ و سندہ صحیح) سرفراز صفدر دیوبندی صاحب نے حافظ ذہبی کے ایک غلط قول کو آنکھیں بند کر کے لکھا ہے کہ ”امام ابن معین غالی خفیوں میں شمار کئے جاتے ہیں“

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۹۹، طبع ۱۴۱۳ھ)

سرفراز خان صاحب نے قاضی ابو یوسف کے بارے میں لکھا کہ ”فقہ میں خفی اور من اصحاب ابی حنیفہ تھے“ (طائفہ منصورہ ص ۵۲، ۵۳)

دیوبندی (۳۰):

قتال النعمی۔ و قتال ابو حنیفۃ و الثوری
یسرون بآلتامین و کذا قتالہ مالک و

الماسوم الخ۔ (المجموع شرح المنہب ج ۲ ص ۲۴۷)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت سفیان
ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین شرا کہیں، اور مقتدی کے بارے
میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (ص ۲۸۰)

جواب: علامہ نووی کی پیدائش، امام مالک، سفیان الثوری اور ابو حنیفہ کی وفات کے بہت بعد ہوئی لہذا مجموع شرح المہذب کا حوالہ بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۳۱):

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آئین کہے
ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آئین کہیں،

قتل مالکؒ ویخفی من خلف الامام آمین
ولا یقتل الامام آمین ولا یأس بالرجل
وحدہ ان یقول آمین: (المدونة الكبرى ۱۵۱ ص)
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آئین کہے
اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھا ہو اس کے
آئین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۳۸۱)

جواب: ”المدونة الكبرى“ امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ
”سحنون“ تک متصل سندنا معلوم ہے لہذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ ایک مشہور عالم
ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سخون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵) انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے (ایضاً
ص ۲۰۶) وہ مدونہ کو ”مدودہ“ (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے (العمر فی خبر من غیر
۱۲/۲ دوسرا نسخہ ۴۳۳) الشیخ ابو عثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔ آپ ۳۰۲ھ
میں فوت ہوئے رحمہ اللہ، سخون کے بارے میں امام ابو یعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں:
”لم یرض اهل الحديث حفظه“ محدثین اس کے حافظے پر راضی نہیں ہیں۔

(الارشاد ج ۱ ص ۲۶۹ ولسان المیزان ج ۳ ص ۸)

ابو العرب نے سخون کی بہت زیادہ تعریف کی ہے لیکن خلیلی کا بہت بڑا مقام ہے۔ معلوم ہوا
کہ سخون مختلف فیہ راوی ہے۔ اگر یہ غیر مستند کتاب: المدونہ، سخون تک صحیح ثابت بھی ہوتی تو
موطاً امام مالک (ج ۱ ص ۸۷ ح ۱۹۱ تحقیقی) کی حدیث:

”إذا أمن الإمام فأمنوا“ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

کے مقابلے میں مردود تھی۔ کیونکہ اس بے سند کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ”اور امام آمین نہ کہے“ اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے، مثلاً (ج ۱ ص ۶۸) پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سر اُ بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔

(ج ۱ ص ۷۶)

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

دیوبندی (۳۲):

امام شافعی کا مسلک ہے کہ امام تو اونچی آواز سے
آمین کہے لیکن مقتدی آواز سے آمین کہیں

فتاویٰ الشافعیۃ فیما یشترک من فتاویٰ ام
الامین ان فتاویٰ آمین و رفع بہا صوتہ یقتدی
سبہ من کان خلفہ و اذا فتال فتالو ہا
واسمعوا انفسہم ولا احب ان یجہدوا بہا
فتان فسلوا فتلا شیعہ علیہم

(کتاب الام ۱۵ طبع)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی
آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام
کی اقتدار کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور
اپنے آپ کہہ کر سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین باہر کر
ہند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کریں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

(ص ۳۸۱)

جواب: امام شافعی کے اس قول سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول: امام اونچی آواز سے آمین کہے۔ (دیوبندی اس کے سر اسر خلاف ہیں)

دوم: مقتدی اونچی آواز سے آمین نہ کہے۔ (اور اگر کہہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے)

امام ترمذی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے: ”ان یرفع الرجل صوتہ بالتأمین“

آدمی کو اونچی آواز سے آمین کہنی چاہیے۔ (باب ماجاء فی التأمین ح ۲۳۸)

اس قول کی صحیح سندیں امام ترمذی کی کتاب ”العلل“ (طبع بیت الافکار ص ۶۰۸) میں

موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام شافعی کے قول کی شق نمبر دو (۲) خود ان کے فتوے کی رو سے منسوخ ہے۔

دیوبندی (۳۳):

امام فخر الدین محمد بن عمر مازنی شافعی م سلسلہ کی خلیفہ

فتاویٰ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اختفاء التمامین
افضل و فتاویٰ الشافعی رحمہ اللہ اعلا منہ
افضل واحتج ابو حنیفہ رحمہ اللہ صحیحہ فتولہ
فتاویٰ فتاویٰ فتولہ امین وجہاں احدہما اند
معاد والمشافی اسے من اسماء اللہ منان کان
معاد وجب اختفاؤہ لفتولہ لسانی (ادعوا ربکم
تضرعاً وخفیۃً) وان کان اسما من اسماء اللہ
تعالیٰ وجب اختفاؤہ لفتولہ لسانی (واذکر ربک
فان لفسک تضرعاً وخفیۃً) منان لم یثبت
الوجوب عندنا فتل من اللہ بیعتنا ونحن ہللا
الفتول نقولہ۔ (تفسیر الجلیل امام الفخر الدین رحمہ اللہ ص ۳۷)
امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل
ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے،
امام ابو حنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے
فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ترویہ کہ آمین دعا ہے دوسری
یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین
دعا ہے تو پھر اس کا اختفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔ اذ خولوا رقبکم تضرعاً وخفیۃً۔ تم لوگ
اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو ذلی ظاہر کر کے اور چپکے چپکے
اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو کب
اس کا اختفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذکر ربک
فی نفسک تضرعاً وخفیۃً۔ اور یاد کرتا رہا اپنے رب کو
اپنے دل میں گھڑتا رہا اور نہ ہوا اگر اختفاء کا وجوب ثابت نہ ہو
ہو کہ تم انکم مندوب و مستجب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم
بھی یہی قول کہتے ہیں ذکر آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے

(ص ۳۸۲-۳۸۳)

جواب: امام شافعی و امام ابو حنیفہ کی وفات کے بہت عرصہ بعد فخر الدین الرازی پیدا ہوئے تھے لہذا یہ نقل بلا سند ہے۔ یہ ہے ”حدیث اور الہدایت“ نامی کتاب کے کل دلائل کا جائزہ، آگے بعض الناس نے چالاکی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے.....“ (ص ۳۸۶) حالانکہ اونچی آواز سے آمین: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام و تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے۔

حسین احمد (مدنی) دیوبندی نے کہا:

”امام اعظم اور امام احمد فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سریہ و جہریہ دونوں میں امام اور مقتدی سب سر آمین کہیں اور امام مالک اور امام شافعی جہراً کہتے تھے۔“

(تقریر ترمذی ص ۳۸۸ طبع کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام مالک کی روایت تو نہیں ملی۔ جبکہ آمین بالجہر کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: ”وبہ يقول الشافعي و احمد و اسحاق“ اور شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں۔ (جامع الترمذی ج ۲۴۸)

”صحابہ جہری نماز میں جہراً آمین کہتے تھے اور اخفاء میں آہستہ سے، آپ کی موافقت میں کہتے تھے۔ نماز میں جہراً آمین کہنے کے بارے میں حدیثیں آئی ہیں۔ امام شافعی اور احمد کا مذہب اسی طرح ہے....“ (مدارج النہج ج ۱ ص ۵۲۹ مترجم طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور) دیوبندی (۳۴):

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام عنبر المفضوب علیہم ولا الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(ص ۳۸۳)

جواب: آمین بالجہر کہنا سنت ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۵):

۱۲۔ آجین آہستہ آواز سے کہنی سلت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ آئین دُعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَائِمًا مُّقِيمًا" اور اس کی تفسیر میں دُعا و اذانیت سے واضح ہے اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دُعا ہے واضح ہے، انا یا اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے "ان روایات کے مؤثر ترین آئین کہنا کر پڑھا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اودھ آہستہ کیا جائے۔ اسی کیفیت کے پیش نظر حضرت امام مہتمم نے آہستہ آواز سے کہنے کو مستحسن قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین مازنیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔ (ص ۳۸۳)

جواب: اس کا جواب پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ جہری نماز میں آہستہ آئین کہنا بالکل ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۳۶):

۱۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے جیسا کہ حضرت فاضل دہلوی کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تجزیہ اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تجزیہ تحریر یہ کہہ کر آہستہ آواز سے شہادہ پڑھتے تھے اور سورۃ فاتحہ ختم کر کے شہادہ کی طرح آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے۔ (ص ۳۸۳-۳۸۴)

جواب: یہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ آئین بالجہر کہتے تھے، جو بالذکر گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۷):

۱۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئین آہستہ آواز سے کہنے کا یہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے عنین المصنوع حلیہ میں ولا الضالین کہنے پر متذہبوں کو آئین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آئین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آئین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے ہی آئین کہتے ہیں اور امام ہی آئین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آئین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آئین ادا کی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آئین کی آواز خود ہی سہی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ رہے ہوتے تو فرشتے ہی نہ ہوتے کہ فرشتے اور امام ہی آئین کہتے ہیں۔ (ص ۳۸۴)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۸):

۵۔ حدیث میں نمازی کی آئین کے ملائکہ کی آئین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آئین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے جب امام دلائل الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آئین کہتے ہیں آمین بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آئین کہنی چاہیئے (۲) غلطی و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے امتحانی خشتوں اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے (۳) اخلاص بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں سنی کہ ان کی آئین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔ (ص ۳۸۴، ۳۸۵)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے اور کیا دیوبندی حضرات فرشتوں کے دوسرے امور دیکھتے یا سنتے ہیں؟ کہ انھوں نے آئین کی آواز نہ سننے کی وجہ سے ”فرشتے آہستہ آئین کہتے ہیں“ کا حکم لگا دیا۔

دیوبندی (۳۹):

۶۔ غلطی و اشتباہ میں آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جو ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کے آثار سے واضح ہے۔
۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔
۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے جیسا کہ خداوند کی اپنی تصانیع میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔
۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آئین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آئین کچھ کا مسنون ہے یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آئین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب دلائل الضالین کو رکعت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آئین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی دلائل الضالین کے بعد مستطابین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قادی و امام دلائل الضالین کے قیام آئین کو ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی ہی سورہ فاتحہ پڑھتا تو چہرہ بہ نہ فرماتے کہ امام دلائل الضالین کہے تو قیام آئین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم دو انگلیں

کہو پھر قرآن کہو لیکن قرآن و سنت نامی جامعہ وہاں اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ آئین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اونچی آواز سے آمین کہنا ناسخ ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ عیانی آئین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے مارکب سنت سمجھ کر نفرت و تعادلت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی ملک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آئین کے جانے دو آئین کے بھی قائل ہیں۔

(ص ۳۸۵-۳۸۶)

جواب: یہ شبہات ہیں ان کا ازالہ احسن طریقہ سے ہو چکا ہے۔

دیوبندی (۴۰):

اس مسئلہ میں غیر مستندین کی چند تحریکات ملاحظہ فرمائیے۔

پس دیوبندی صاحب لکھتے ہیں۔

”مغرب و مشار اور صبح کی نماز میں جب امام اور مستند سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کو ختم کر لیں تو پہلے امام چہرہ مستند پر بکارت کر لیں پھر اپنا رخ (دستہ راستہ صلا)۔

جماعت فرما رہے ہوں اسکے سابق امام مفتی عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
”پس آج کل بھی جو امامت امت میں وقتہ اخیر میں آئے ہیں سے چہرے اور کپڑوں سے حدیث کے وہ شیعہ یہودی سہنے۔“
(مفتی آجیہ، ابرہہ صلا، بھولہ، غفر اللہ عنہم صلا)

مولوی محمد صاحب جو گڑھیوں کو ہر اضافی کرتے ہیں۔

”غیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ یہودی بت ہے کہ اپنے امام کی مانتے یا کسی پر مجبور نہ کرنا اور اپنی امور میں شخصی تقلید نہ کرنا چہرہ کھانا اور آجین کی آواز سے چڑھنا۔“
(ذیل نمبر ۱۵ صلا، بھولہ، غفر اللہ عنہم صلا)

مولوی خاندان صاحب کے باجیان مولوی نور محمد صاحب کی صاحب یوں ہیں اگلتے ہیں۔

”اسے منکرین آجین اور آجین بالہ سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو چکے اور ان کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(ثبت آجین، ابرہہ صلا، شہود انصاف، تقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسائل میں آگے چل کر دل کی بڑوس نکالتے ہیں اور ایسی سوچنا نہ نمان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا تبلیغی کی اس گڑھی مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب غیثوں اور یہودیوں میں رعایت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آجین بالہ سے جلتے تھے۔ حنفی بھی آجین بالہ سے جلتے ہیں۔

(۲) یہودی جو چڑھنے سے حد کرتے تھے۔ حنفی بھی جھک کر تروید میں منہوں لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبل پر مس کرتے تھے۔ حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی منہوں کی دوستی سے جلتے تھے۔ حنفی بھی پاؤں سے پاؤں طاسے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حد کرتے تھے۔ حنفی بھی گھبراہٹ سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی سارا دستار کی تقلید کرتے تھے۔ حنفی بھی ملارو مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

(۷) یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے۔ حنفی بھی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

(۸) یہودی اقوال اسرار پیش کرتے تھے۔ حنفی بھی اقوال احوال ہی پیش کرتے ہیں۔

(۹) یہودی حضرت موسیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر آجین لکھتے تھے۔ حنفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آجین لکھتے تھے۔

(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام سمجھتے آجین لکھتے پر حد کر کے وہ اس امت کے یہودی ہیں۔ حنفی لوگ مسلمانوں کا امام سمجھتے آجین لکھتے پر حد کرتے ہیں لہذا ہی اس امت کے یہودی ہیں۔

(ثبت آجین، ابرہہ صلا، ص ۳۸۸، ۳۸۷، ۳۸۶)

جواب: یہ فتاویٰ انھی لوگوں پر فٹ ہوتے ہیں، جو کہ علم کے باوجود آمین بالجہر سے چڑتے ہیں اور آمین بالجہر کہنے والوں کو ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچاتے ہیں۔ بلکہ مار کٹائی کر کے اپنی مسجدوں سے باہر نکال دیتے ہیں، اور پھر بغیر کسی خوف و حیا کے آمین بالجہر کو آمین بالشکر کہتے ہیں۔ دیکھئے کلمۃ الحق ص ۶۱، ہدیہ اہل حدیث از افادات اشرف علی تھانوی ص ۱۹۵

واللہ من ورآئہم محیط

آمین بالجہر اور آمین اوکاڑوی

ماسٹر آمین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی نے ”تحقیق مسئلہ آمین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے اکثر شبہات کا جواب ہماری اس کتاب اور القول الثمین (حصہ اول) میں آگیا ہے۔ اس اوکاڑوی کی کتاب کی بعض باتوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

”میں نے کہا: سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو، اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں“ (تحقیق مسئلہ آمین ص ۴۴)

ایک دوسرے مقام پر اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔“ (نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹) مطلب کے لئے ”ملاقات کا شرف حاصل ہے۔“ اور اگر روایت مطلب کے خلاف ہے تو ملاقات ”ثابت نہیں“ یہ ہے دیوبندی انصاف!

(۱) اوکاڑوی صاحب نے ص ۶۱، پر بحوالہ ابن خزیمہ ایک روایت لکھی ہے:

”إن اللہ اعطانی التأمین.....“ إلخ

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳/۳۹۶ ج ۱۵۸۶) میں زربی بن عبد اللہ عن انس کی سند سے موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس کے ثبوت میں شک کا اظہار کیا ہے، یعنی ان کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ حوالہ دیکھئے ”روایات صحیح ابن خزیمہ“ ص ۱۰۰

کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(۲) فصل چہارم میں ص ۸ تا ۱۱، اوکاڑوی صاحب نے آٹھ دلیلیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دعا آہستہ کرنی چاہئے۔ ساتویں دلیل کا راوی معاویہ بن یحییٰ الصدقی باعتراف امین اوکاڑوی: ضعیف عندائیشمی ہے، آٹھویں دلیل بے سند ہے یہ آٹھ دلیلیں پیش کر کے اوکاڑوی صاحب نے رائے ونڈ کی جہری دعا کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا جو یہ لوگ تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر کرتے ہیں۔ اور اس دعا میں شمولیت کے لئے دیوبندی اور دیوبندی نما لوگ ”تشریف“ لے جاتے ہیں۔

(۳) ص ۲۶ پر حدیث السکتین ذکر کی ہے جس کے بارے میں ابوبکر الجصاص حنفی کہتا ہے: ”أما حدیث السکتین فهو غیر ثابت“ اور سکتوں کی جو حدیث ہے وہ غیر ثابت ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۷)

یاد رہے کہ قول رائج میں یہ دونوں سکتے قراءت کے اختتام پر ہیں، فاتحہ کے اختتام پر نہیں۔ (۴) ص ۲۶ پر اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سکتین والی روایت نقل کی ہے۔ مجھے یہ روایت نہیں ملی، تمام دیوبندیوں سے ”مؤدبانہ“ درخواست ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتاب سے یہ روایت بحوالہ مع سند و متن پیش کریں تاکہ اوکاڑوی صاحب کو وضع حدیث کے سنگین الزام سے بچایا جاسکے ورنہ پھر نتیجہ ظاہر ہے۔

(۵) اوکاڑوی صاحب نے ص ۳۰ پر ابراہیم نخعی کے بارے میں ”سید التابعین“ لکھا ہے جبکہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”فإن قول التابعي لا حجة فيه“ بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۳۹)

(۶) اوکاڑوی صاحب نے ص ۴۴ پر بحوالہ طحاوی (معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۰) عبداللہ بن

الزبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ”وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے“ مجھے یہ روایت

شرح معانی الآثار میں نہیں ملی۔

(۷) اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ مجمع الزوائد (۱/۱۸۷) طبرانی کی المعجم الکبیر سے نقل کیا ہے: ”حضور ﷺ نے قال: آمین ثلاث مرات ص ۵۴“ یہ روایت ہمارے نسخہ میں (ج ۲ ص ۱۱۳) اور المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۲۲ ح ۳۸) میں موجود ہے۔ اس کے راوی ابواسحاق کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا۔ پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔“ (تحقیق مسئلہ آمین ص ۵۳)

اور عبد الجبار عن ابیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”امام بخاری، ابن معین، ترمذی اور نسائی وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی..... پس یہ روایت مرسل ہوئی“ (ایضاً ص ۵۳) معلوم ہوا کہ یہ روایت اوکاڑوی صاحب کے اپنے اصول سے بھی ضعیف ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے پاس آمین بالجبر کے خلاف اور آمین بالسر کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

﴿فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ (التوبة: ۴۵)

وما علينا إلا البلاغ

أطراف الأحاديث والآثار

| | |
|-------------------|-----------------------------|
| ٧٩،٤٢،٤٠،٣٩،٢٦،٢٤ | آمين |
| ٧٣،٤٦ | (آمين دعاء) |
| ٨٩ | (إخفاء التامين أفضل) |
| ٥٢ | (أدرك الناس ولهم زجة) |
| ٥٩ | أدعوا ربكم |
| ٨٧،٢٢ | إذا آمن الإمام فأمنوا |
| ٧٥ | إذا صليتم فأقيموا صفوفكم |
| ٧٦ | إذا قال الإمام غير المغضوب |
| ٧٦ | إذا قال القاري غير المغضوب |
| ٣٩ | إذا قال ولا الضالين |
| ٤٧ | إذا قلت قال عطاء فأنا سمعته |
| ٨٠ | (أربع يخفين) |
| ٨٤ | (أربع يخفيهن الإمام) |
| ٨٦ | (أربع يخافت بهن) |
| ٥٦ | (استأذن رجل من اليهود) |
| ٧٢ | أعطيت آمين في الصلوة |
| ٨١،٦٢ | (اللهم ربنا ولك الحمد) |
| ٧٣،٤٦ | (أمن ابن الزبير ومن وراءه) |
| ٧٤ | (إن آمين اسم من أسماء الله) |
| ٩٤ | إن الله أعطاني التامين |
| ٧٥ | إن رسول الله ﷺ خطبنا |

- ٧٧ (إن سمرة بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا)
- ٨٠ إن النبي ﷺ قرأ
- ٥٨ إن اليهود قد سئمو دينهم
- ٥٦ إن اليهود قوم حسد
- ٥٩ إن اليهود ليحسدونكم على السلام
- ٧٩ إنه صلى مع رسول الله ﷺ
- ٧٩ إنه صلى مع النبي ﷺ
- ٥٦ إنهم لا يحسدونا على شيء
- ٨٣ (خمس يخفين)
- ٦٠ رب قني عذابك
- ٧٧ سكتين
- ٧٨ (صلى بنا رسول الله ﷺ)
- ٧٨ (صليت مع رسول الله ﷺ)
- ٣١، ٢٤ غير المغضوب عليهم
- ٨٨ (فإذا فرغ من القراءة أم القرآن)
- ٦٠ (فلما قضى النبي ﷺ صلاته)
- ٩١، ٧٢ قد أجيبت دعوتكما
- ٣١ قرأ غير المغضوب عليهم
- ٧٥ قال السلام عليكم
- ٤٦ (كان إذا ختم أم القرآن)
- ٢٦ كان إذا فرغ من قراءة أم القرآن
- ٧٦ (كان إذا قال ولا الضالين)



- ٤٣ (كان إذا كان مع الإمام)
- ٨٢ (كان علي و ابن مسعود لا يجهران)
- ٨١ (كان عمر وعلي لا يجهران)
- ٧١ (كان موسى إذا دعا آمن)
- ٧٢ (كان هارون يقول آمين)
- ٨٤ (كان يسر آمين)
- ٧٤ (كان يعلمنا يقول لا تبادروا)
- ٨٥ (كانوا يخفون بآمين)
- ٧٤ لا تبادروا الإمام
- ٨٢ (لم يكن عمر وعلي يجهران)
- ٥١ (لقد كان لنا دوي في مسجدنا)
- ٥٤ ما حسدتكم اليهود على شيء
- ٦٢ ما رأيته إلا ليعلمنا
- ٧٤ واذكر ربك في نفسك
- ٨٧ (ويخفي من خلف الإمام آمين)
- ٣٧ يجهر بآمين
- ٨١ (يخفي الإمام أربعاً)
- ٨٢ (يخفي الإمام ثلاثاً)
- ٨٦ (يسرون بالتأمين)
- ٤١ يقرأ مالك يوم الدين
- ٨٥ (يقولها الإمام سرّاً)

فہرست

راویان حدیث والآثار

| صفحہ نمبر | راوی |
|--------------------------------|------------------|
| ۳۶ | ابراہیم بن مرزوق |
| ۹۵، ۸۳، ۸۱، ۸۰ | ابراہیم الخثعمی |
| ۶۳، ۵۳ | ابراہیم بن یعقوب |
| ۶۴ | ابن الترمذی |
| ۳۳، ۲۱، ۲۰ | ابن تیمیہ |
| ۵۲، ۴۷ | ابن جریج |
| ۴۰، ۳۶، ۳۵، ۲۹، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴ | ابن حبان |
| ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۵ | ابن حجر |
| ۸۴، ۶۱ | ابن حزم |
| ۴۹ | ابن راہویہ |
| ۹۴، ۷۳، ۴۶، ۴۱ | ابن الزبیر |
| ۴۳ | ابن زید |
| ۵۲، ۴۷، ۴۰، ۳۷ | ابن سعد |
| ۵۱ | ابن السکن |
| ۴۴ | ابن سید الناس |
| ۴۳ | ابن شاہین |
| ۴۳ | ابن عدی |
| ۴۶، ۴۵، ۴۳، ۴۲ | ابن عمر |

| | | |
|----------------|-----------------------|-----------------------|
| ۵۳،۳۸ | ابوبکر | ابن عیاش |
| ۳۱،۲۹،۲۸،۲۶،۱۰ | | ابن القیم |
| ۴۴،۴۱،۳۲ | علی | ابن مدینی |
| ۸۶،۴۳،۳۵،۲۹ | یحییٰ | ابن معین |
| ۵۰ | | ابن ناجیہ |
| ۵۳ | | ابن ناصر الدین |
| ۶۳،۵۳،۳۲ | | ابن نمیر |
| ۷۲،۴۵،۴۳ | | ابن دہب |
| ۳۸،۳۷،۳۳ | عمر بن عبداللہ ہمدانی | ابو اسحاق |
| ۵۶ | | ابو بشر الواسطی |
| ۶۲،۵۱،۴۸ | | ابوبکر بن ابی شیبہ |
| ۳۸ | الأثرم | ابوبکر |
| ۵۰ | محمد بن الحسین القطان | ابوبکر |
| ۴۳،۴۰،۳۳،۳۲،۳۰ | | ابو حاتم |
| ۴۰ | | ابو الحسین بن عثمان |
| ۴۰ | | ابو الحسین بن فضل |
| ۳۹ | | ابو حمزہ السکری |
| ۸۳ | | ابو حمزہ میمون الاعور |
| ۸۵،۶۱ | | ابو حنیفہ (امام) |
| ۳۴،۳۳ | | ابوداؤد الحنفی |
| ۳۵ | | ابوداؤد طیالسی |
| ۳۲،۲۸ | سلیمان بن اشعث | ابوداؤد (امام) |

| | |
|--------------------|---------------------------------------|
| ۸۲ | ابوسعید البقال |
| ۵۲، ۳۶، ۴۵، ۳۶، ۳۲ | ابوزرعہ |
| ۴۳، ۴۵ | ابوسعید الجعفی |
| ۲۶ | ابوسلمہ |
| ۳۴ | ابوطاہر محمد بن الحسن |
| ۳۴ | ابوطاہر محمد بن محمش الزیادی |
| ۳۴ | ابوالعباس محمد بن یعقوب |
| ۳۹، ۲۸ | ابوعبیدہ الآجری |
| ۸۷، ۴۳ | ابوالعرب |
| ۴۳ | ابوعلی الطوسی |
| ۲۶، ۲۲، ۲۳، ۲۲ | ابوہریرہ |
| ۳۶ | ابوالولید الطیالسی |
| ۵۰ | ابویعلی حمزہ بن عبد العزیز الصید لانی |
| ۸۷ | ابویعلی الخلیلی |
| ۴۱ | ابویعلی الموصلی |
| ۸۶ | ابویوسف قاضی حنفی |
| ۴۲ | ام الحصین |
| ۵۶، ۵۱، ۴۳، ۳۸ | احمد بن حنبل (امام) |
| ۲۱ | احمد بن سنان القطان |
| ۲۸، ۲۴ | احمد بن شعیب بن علی النسائی الامام |
| ۵۰ | احمد بن منصور المروزی |
| ۱۰ | احمد یار خان نعیمی بریلوی |

| | |
|------------------------------------|--|
| ۵۳ | احمد بن یونس |
| ۲۷ | ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام |
| ۴۳ | اسامہ بن زید |
| ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۶، ۲۳ | اسحاق بن ابراہیم العللاء الزبیدی |
| ۵۶، ۵۴ | اسحاق بن منصور |
| ۳۶ | اسماعیل بن اسحاق |
| ۳۸ | اسود بن عامر |
| ۱۸، ۱۴، ۹ | اشرف علی تھانوی دیوبندی |
| ۱۴، ۱۳، ۱۱ | امداد اللہ (مہاجر) دیوبندی |
| ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۷۷ | امین اوکاڑوی |
| ۷۳ | انس بن مالک رضی اللہ عنہ |
| ۶۲ | بدیع الدین الراشدی السدھی شیخ العرب والعجم |
| ۶۰ | براء بن عازب رضی اللہ عنہ |
| ۴۳ | البرقی |
| ۷۳، ۵۴، ۴۴ | بوصری |
| ۴۰ | البوشنجی |
| ۴۵، ۴۰، ۳۹، ۳۷، ۳۴، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۵ | بیہقی (امام) |
| ۴۱، ۳۶، ۳۵، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۵ | الحاکم الامام |
| ۶۷، ۵۶، ۴۷ | حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی |
| ۷۳ | حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی |
| ۳۵، ۳۲ | حجر بن عنبس |
| ۴۰ | حجیہ بن عدی |

| | |
|--|----------------------------|
| ۳۴ | الحسن بن علی |
| ۹۰ | حسین احمد مدنی دیوبندی |
| ۵۷، ۵۶ | حصین بن عبد الرحمن |
| ۸۴ | حماد بن ابی سلیمان |
| ۵۶، ۵۵ | حماد بن سلمہ |
| ۳۵ | حمید بن زنجویہ |
| ۴۴، ۴۰ | حمید بن عبد الرحمن |
| ۲۳ | خالد بن ابی عزہ |
| ۵۶، ۵۵ | خالد بن عبد اللہ الطحان |
| ۲۵ | خالد بن یزید المصری |
| ۵۹، ۲۵ | خطیب بغدادی |
| ۸۳، ۳۵، ۳۱، ۲۹، ۲۷، ۲۶، ۲۴، ۱۰ | دارقطنی (امام) |
| ۴۴، ۴۱، ۴۰، ۳۸، ۳۶، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۵ | ذہبی |
| ۵۲ | الرامهرمزی |
| ۵۲ | ربیع بن صبیح |
| ۱۵ | رشید احمد گنگوہی دیوبندی |
| ۱۱ | رشید احمد لدھیانوی دیوبندی |
| ۷۳ | زربی بن عبد اللہ |
| ۱۸، ۱۵ | زکریا تبلیغی دیوبندی |
| ۳۸ | زہیر |
| ۳۸ | زید بن ابی انیسہ |
| ۲۴ | الزین بن منیر |

| | | |
|----------------------|-----------------|---------------------|
| ۸۳،۳۳ | صاحب نصب الراية | زیلعی حنفی |
| ۵۲،۴۸ | | الساچی |
| ۸۷ | | سجوان |
| ۸۶،۸۳،۷۷،۷۱،۶۶،۵۲،۴۸ | دیوبندی | سرفراز خان صفدر |
| ۲۵ | | سعید بن ابی ہلال |
| ۸۲ | | سعید بن المرزبان |
| ۲۶ | | سعید بن مسیب |
| ۸۳،۶۵،۶۱،۳۳،۳۲،۳۱ | | سفیان ثوری |
| ۴۹،۴۸ | | سفیان بن عیینہ |
| ۳۵ | | سلیمان بن حرب |
| ۵۷ | | سلیمان بن کثیر |
| ۴۱،۴۰،۳۵،۳۲،۳۱ | | سلمہ بن کہیل |
| ۳۷ | | سماک بن حرب |
| ۵۵،۵۴ | | سہیل بن ابی صالح |
| ۳۷ | | شریک بن عبد اللہ |
| ۳۶،۳۵ | | شعبہ |
| ۴۴ | | شمس الحق عظیم آبادی |
| ۱۶ | | صدیق الحسن خان نواب |
| ۲۷ | | صلاح الدین کیکلدی |
| ۱۶ | دیوبندی | ضامن علی جلال آباد |
| ۵۹ | | ضیاء المقدسی |
| ۹۵،۶۶،۵۷،۴۴،۲۳ | دیوبندی | ظفر احمد تھانوی |

| | |
|----------------|-------------------------|
| ۵۷، ۵۴ | عائشہ رضی اللہ عنہا |
| ۳۳ | عباد بن عبد اللہ رافضی |
| ۳۴ | عباس بن محمد الدوری |
| ۲۶ | عبد اللہ بن سالم |
| ۱۷ | عبد اللہ محدث غازی پوری |
| ۵۰، ۴۹ | عبد اللہ بن محمد شیرویه |
| ۲۷ | عبد اللہ بن یوسف |
| ۳۵، ۳۳، ۳۱ | عبد الرحمن بن مہدی |
| ۳۸ | عبد الجبار بن وائل |
| ۴۸ | عبد الرزاق بن ہمام |
| ۱۲ | عبد الرشید ارشد |
| ۵۴ | عبد الصمد بن عبد الوارث |
| ۳۶ | عبد الصمد |
| ۵۴ | عبد العظیم بن عبد القوی |
| ۳۴ | عبد الغافر بن اسماعیل |
| ۳۰ | عبد الکریم بن نسائی |
| ۴۳، ۴۰، ۳۲ | العجلی |
| ۴۱، ۴۰، ۳۹ | عثمان بن ابی شیبہ |
| ۳۰ | عثمان بن سعید الدارمی |
| ۹۴، ۷۳، ۵۱، ۴۷ | عطاء بن ابی رباح |
| ۵۳، ۵۲ | عکرمہ موطی ابن عباس |
| ۲۹، ۲۶ | عمرو بن حارث |

| | |
|--|-------------------------------------|
| ۳۶ | مرو بن مرزوق |
| ۳۷، ۳۵ | علقمہ بن وائل |
| ۴۰ | علی رضی اللہ عنہ |
| ۵۱، ۵۰ | علی بن الحسن بن شقیق |
| ۴۳ | علی بن صالح |
| ۵۷، ۵۶ | علی بن عاصم |
| ۱۷ | علی محمد سعیدی |
| ۸۳، ۳۳، ۳۲ | العلاء بن صالح |
| ۱۸ | غلام اللہ خان مولوی دیوبندی (مماتی) |
| ۹ | غزالی |
| ۳۵ | قیصہ |
| ۷۷ | قنادر |
| ۵۳ | قطبہ بن العلاء |
| ۵۳ | فطر بن خلیفہ |
| ۸۸، ۸۷ | مالک (امام) |
| ۳۳ | الحارثی |
| ۴۳، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۴، ۲۳، ۲۲ | محمد بن اسحاق بن خزیمہ |
| ۳۴، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۱ | محمد بن اسماعیل البخاری |
| ۶۳، ۶۲، ۵۶، ۵۴، ۵۳، ۵۱، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۳۶ | |
| ۵۷، ۵۶ | محمد بن اشعث |
| ۳۱ | محمد بن بشار |
| ۳۵ | محمد بن جعفر |

| | |
|----------------|--------------------------------|
| ۱۶ | محمد حسین بنالوی |
| ۱۱ | مفتی محمد دیوبندی |
| ۸۶ | محمد بن الحسن الشیبانی |
| ۳۵ | محمد بن صاعد |
| ۴۱ | محمد بن عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ |
| ۸۱، ۷۸، ۷۲، ۲۵ | محمد بن علی النیسوی (حنفی) |
| ۴۰ | محمد بن علی |
| ۲۸ | محمد بن علی قاسم العمری |
| ۳۰ | محمد بن عوف |
| ۹۰، ۴۰، ۳۱ | محمد بن عیسیٰ ترمذی |
| ۳۳ | محمد بن کثیر |
| ۷۶، ۲۶ | محمد بن مسلم الزہری |
| ۴۵، ۴۳، ۳۰ | محمد بن یحییٰ الذہلی |
| ۳۹، ۲۴ | محمد بن یزید ابن ماجہ (امام) |
| ۳۵، ۳۳ | محمد بن یوسف الفریابی |
| ۵۹، ۴۳ | مسلم (امام) |
| ۵۸، ۱۰ | معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ |
| ۹ | محمود حسن دیوبندی |
| ۴۵ | ناصر الدین البانی |
| ۴۳ | نافع مولیٰ ابن عمر |
| ۲۴، ۲۳ | نعیم النجری |
| ۱۶ | نور الحسن |

| | |
|----------------|------------------------|
| ۸۷ | نووی (امام) |
| ۳۷، ۳۱ | وائل بن حجر رحمہ اللہ |
| ۱۶ | وحید الزمان حیدر آبادی |
| ۵۲، ۳۳ | وکیع |
| ۳۶ | وہب بن جریر |
| ۲۷ | یحییٰ بن حسان |
| ۳۲، ۳۹، ۳۲، ۳۱ | یحییٰ بن سعید |
| ۲۶ | یحییٰ بن محمد بن عمرو |
| ۳۵ | یزید بن زریع |
| ۳۲، ۳۰ | یعقوب بن سفیان الفارسی |
| ۳۸ | یونس بن ابی اسحاق |

القول المتيقن في الجهر بالتأمين

(طبعة جديدة مع مراجع وزيادات)

عاصم بن زبير بن عاصم

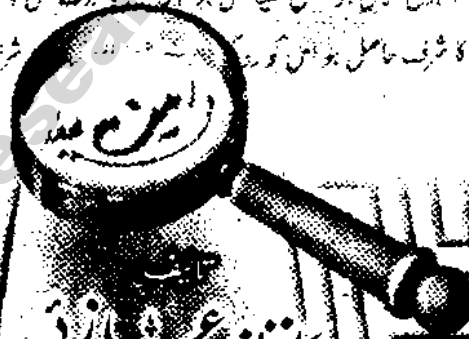


۴۹/

۷ جادی ۱۴۲۸ھ

ایک ایسا کاروبار ہے جس کا

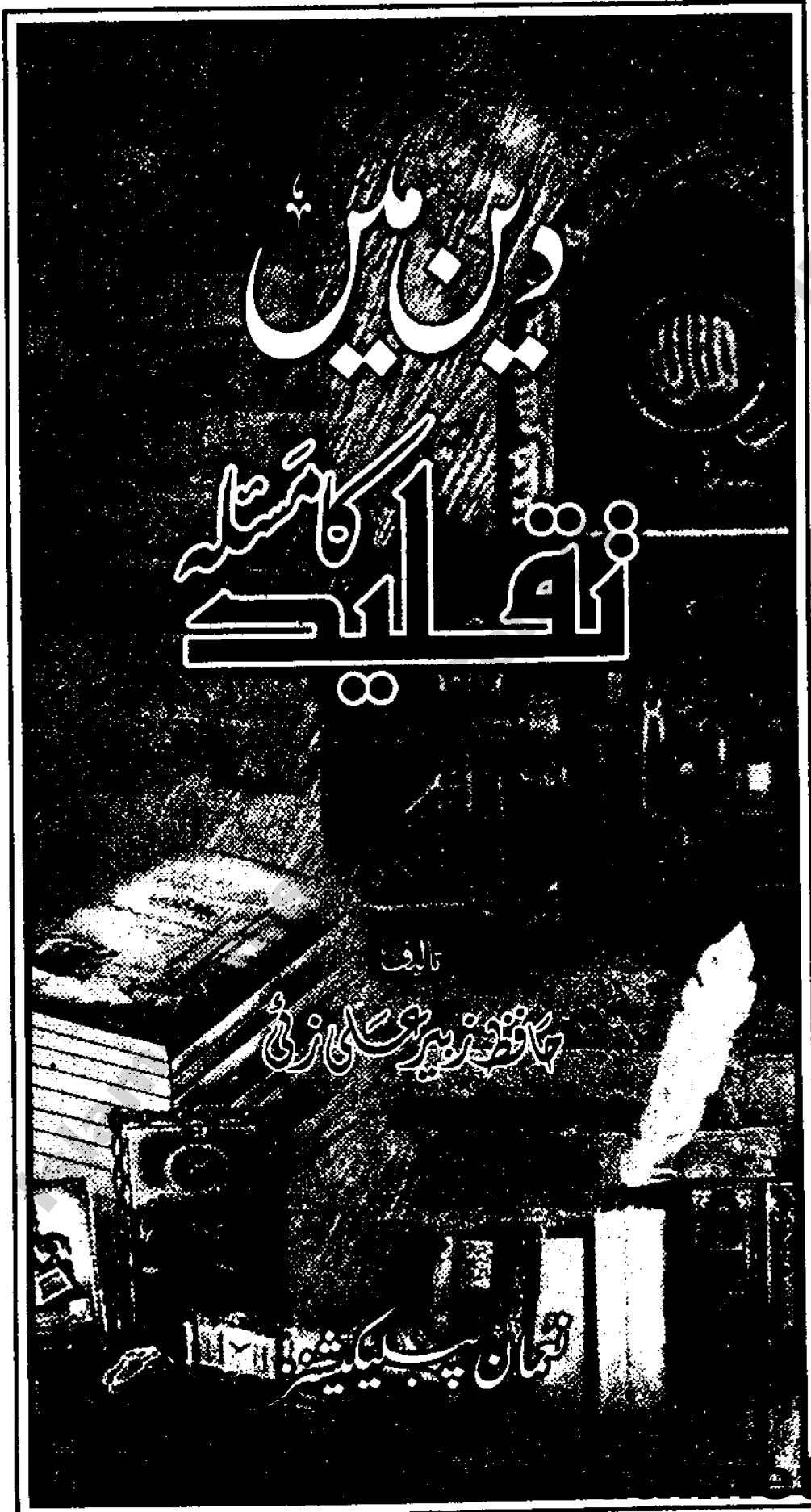
میں نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے اس کا نام نہیں سنا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کے شاگرد حضرت امام حسینؓ کے شاگرد حضرت ابو عبد الرحمن سفی کے ہم جمعہ ہیں۔ ان کی یہ روایت بھی باقیوں کا شرف پہنچی ہے۔ اس کے متعلقہ میں آپ اس پر ایسی مقرر فرم کریں جو متفق علیہ بھی ہو اور اس کا ثبوت بھی قائم رہے۔ اس روایت کو تلقی باقیوں کا شرف حاصل ہو ان کو روایت کرنے کا شرف بھی ہے۔



حافظ زبیر علی زئی

عجائب کتب





القول المتيقن
في
الجهنم النامية